
ماہنامہ
ڈائجسٹ اکتوبر 2008





اسماء قادری

تم ہی میری منزل ہو

السلام علیکم خالہ! سلام کی زوردار آواز نے اعلان کیا کہ سمیعہ صاحبہ کی سواری باد بہاری تشریف لا چکی ہے۔ افنان جو بستر چھوڑنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس کی آواز سن کر ایک بار پھر تکیے میں منہ چھپا کر لیٹ گیا۔

وعلیکم السلام! جیتی رہو، بڑی دیر لگا کر آئیں آج۔ ''میں تو کب سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں''

باہر اماں بھرپور جوش و خروش کے ساتھ بھانجی کا استقبال کر رہی تھیں۔

اماں کے جوش و خروش نے افنان کو کچھ اور بیزار کیا۔ وہ سمجھ نہیں پاتا تھا کہ صرف چار گھر چھوڑ کر رہنے والی بھانجی صاحبہ، جو دن میں کم و بیش دو چکر تو ضرور ہی ان کے گھر کے لگاتی تھی۔

اس کی آمد پر اماں ہر بار اس قدر نہال کیوں اور کیسے ہوتی ہیں؟

''مجھے معلوم تھا کہ آپ میرا انتظار کر رہی ہوں گی لیکن رات ابو پائے لے آئے تھے۔ صبح صفائی وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد انہیں دیکھنا پڑا۔ ''ابھی بس چولہے پر پائے کا دیگچہ چڑھا کر سیدھی آپ کے پاس دوڑی آئی ہوں''

''بھلا یہ کوئی موسم ہے پائے کھانے کا'' اتنی شدید گرمی میں ایسی ڈشز پکانے اور کھانے کی حماقت محترمہ سمیعہ اور ان کے اہل خانہ ہی کر سکتے ہیں'' بستر پر لیٹے لیٹے ہی افنان نے سمیعہ کے جواب پر جل کر سوچا۔

''گھر میں بڑی خاموشی ہو رہی ہے خالہ! کیا سعدیہ بھابھی اور بچے گھر پر نہیں ہیں؟'' اپنی مصروفیت کی کہانی سنانے کے بعد اس کا دھیان گھر میں چھائے سناٹے کی طرف چلا گیا۔

''میکے گئی ہے، کل مغرب کے بعد اس کا بھائی آ کر لے گیا تھا۔ سعدیہ سے چھوٹی نادیہ کے رشتے کے سلسلے میں کچھ لوگ آنے والے ہیں آج۔ ماں تو بیچاروں کی ہے نہیں۔ بھاوج خود نادیہ کی ہم عمر لڑکی ہے۔ اکیلی ایسے معاملات نمٹانے سے گھبراتی ہے اس لیے اس نے سعدیہ کو بلا بھیجا تھا'' اماں نے تفصیلی جواب دیا۔

''اچھا تو یہ معاملہ ہے، میں بھی کہوں کہ کل شام تک تو

سعدیہ بھابھی کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا وہ میکے جانے والی ہیں۔ پھر یہ اچانک ہی کیسے چلی گئیں" اماں کے جواب نے یقیناً اس کی تشفی کروادی تھی کہ خالہ کے گھر میں ہونے والا کوئی کام اس کی لاعلمی میں آخر کیونکر انجام پایا۔ "اب ایسے معاملات تو سمجھو، اچانک ہی سامنے آجاتے ہیں اور آدمی کو دوسری ہر چیز کو نظر انداز کر کے انہیں اہمیت بھی دینی پڑتی ہے۔ رات سعدیہ کے جانے کے بعد افنان چھٹی پر گھر آیا ہے۔

عرفان نے صبح کہا بھی کہ میں سعدیہ کو واپس لے آتا ہوں لیکن میں نے منع کر دیا۔ سعدیہ بڑی بہن ہے، چھوٹی بہنوں کے معاملات کو وہ نہیں دیکھے گی تو اور کون دیکھے گا!

میں نے کہہ دیا عرفان سے کہ افنان کی ہفتے بھر کی چھٹی ہے، دو دن بعد بھی بھاوج سے مل سکتا ہے۔

ہاں! بچوں کو البتہ شام میں واپس لے آنا۔

"بچوں کا چاچو سے اور چاچو کا بچوں سے دل لگا رہتا ہے" اماں کے جواب نے افنان کو چوکنا کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی آمد کی اطلاع ملنے کے بعد سمیعہ بی بی جو قسمت سے اس کی منکوحہ بھی تھیں، کسی نہ کسی بہانے کمرے میں وارد ہو جائیں گی۔ لہٰذا اب وہ مزید بستر کو اپنی جائے پناہ نہیں بنا سکتا تھا۔ اس کا خدشہ درست ثابت ہوا۔ باہر وہ اماں سے کہہ رہی تھی۔ "آپ نے بہت اچھا کیا خالہ! دو دن کا کیا مسئلہ ہے۔ دو دن تو میں بھی یہاں کی دیکھ بھال کر سکتی ہوں۔ بلکہ ایسا ہے کہ آپ یہ سبزی وغیرہ بنائیں۔" اتنے میں اندر کمروں کی صفائی کر لیتی ہوں پھر کھانا پکانے میں آپ کا ہاتھ بٹا دوں گی۔"

افنان کے اندازوں کے عین مطابق وہ نہ صرف اندر آنے کا بہانہ گھڑ چکی تھی بلکہ ساتھ ہی اماں کے پاس پہلے سے ہی اپنے بڑھے ہوئے نمبروں میں کچھ اور نمبروں کا اضافہ بھی کر چکی تھی۔

"جیتی رہو میری بچی" اماں خوش ہو کر اسے دعائیں دینے لگیں۔

افنان جو رات گرمی کی وجہ سے بنیان میں سویا تھا جھٹ کھونٹی پر ٹنگے اپنے کرتے کی طرف دوڑا، پھرتی سے کرتا چڑھانے کے بعد وہ پیر سلیپرز میں ڈال ہی رہا تھا کہ سمیعہ کمرے کے دروازے پر جھاڑو سمیت نمودار ہو گئی۔ افنان نے بے ساختہ ہی ایک گہرا سانس لیا۔ وہ جو کم از کم ایک گھنٹہ غسل خانے میں گزارنے کے ارادے سے کمرے سے باہر نکلنے ہی لگا تھا عین وقت پر دھر لیا گیا تھا۔

"میں نے کہا سلام" سبز رنگ کے شلوار قمیص پر، اورنج اور سبز دھاری دار دوپٹہ لاپرواہی سے شانوں پر ڈالے، اماں کی فرمانبردار اور لاڈلی بھانجی ہونٹوں پر دل جلانے والی مسکراہٹ لیے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے اس انداز پر وہ فقط اونہہ کر کے رہ گیا۔

"سلام کا جواب دینا واجب ہے، اتنے دین دار ہو کر یہ بھی نہیں معلوم"

وہ کب چوکنے والی تھی فوراً ہی اسے ٹوک دیا۔

"وعلیکم السلام" اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہو، یہ تو بالکل وہی معاملہ ہے کہ

ہم احتراماً سلام کرتے ہیں
وہ انتقاماً جواب دیتے ہیں

اس نے افنان کے غصے سے گویا حظ اٹھایا۔

"تم اپنے اس بیہودہ شعری ذوق کا مظاہرہ میرے سامنے کرنے سے تو کم از کم گریز ہی کیا کرو" وہ کچھ اور بھی جل بھن کر بولا

"لگتا ہے ملتان کی ساری گرمی اپنے اندر بھر کر یہاں لائے ہیں جب ہی زبان سے انگارے جھڑ رہے ہیں"

وہ کب اس کے غصے کو خاطر میں لانے والی تھی۔ "اور اس سے پہلے کہ یہ انگارے تمہیں جلا کر بھسم کر دیں، میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"وہ تن فن کرتا ہوا بولا، مجبوری یہ تھی کہ سمیعہ بی بی عین دروازے میں کھڑی تھیں اور وہ اس کے راستہ دیے بغیر اپنے کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ چاہتا تو زبردستی

دھکا دے کر بھی ہٹا سکتا تھا لیکن سمیعہ سے کوئی بعید نہیں تھی کہ وہ اس بات پر بھونپو کی طرح شور مچانا شروع کر دے اور افنان اپنے اچھے خاصے صاف ستھرے امیج پر کوئی آنچ آنا برداشت نہیں کر سکتا تھا، اسی لیے فقط زبانی کلامی دھمکیوں سے ہی کام چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ حیرت تو اسے اس وقت ہوئی جب اس زبانی دھمکی نے کام کر دکھایا اور سمیعہ شرافت سے راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو گئی۔

”کتنا ہی راستے سے ہٹائیں ایک دن آپ کو ہمارے ساتھ ساتھ ہی چلنا ہے“

وہ اس کے برابر سے گزر کر باہر نکل رہا تھا کہ سمیعہ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ بات سچ تھی اس لیے وہ بے بسی سے دانت کچکچاتا آگے بڑھ گیا۔ البتہ غسل خانے کا دروازہ زوردار آواز سے بند کر کے اپنے غصے کا اظہار کرنا نہیں بھولا تھا۔

☆☆☆

”سنا ہے افنان بھائی چھٹیوں پر آئے ہوئے ہیں“

اپنے سامنے کتابیں پھیلائے وہ نوٹس بنانے کی جدوجہد میں مصروف تھی۔ لیکن ذہن پوری طرح مرتکز نہ ہونے کی وجہ سے چند لائنوں سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکی تھی۔ ایسے میں پڑوس میں رہنے والی راحیلہ چلی آئی۔

”ٹھیک ہی سنا ہے“ سمیعہ نے کتابیں سمیٹ کر بیڈ پر راحیلہ کے لیے جگہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”یہ تو اچھی خبر ہے، پھر تم کیوں اتنی اداس لگ رہی ہو؟“ اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ راحیلہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔ یوں بھی بچپن کی دوستی کے باعث وہ دونوں چہرے کے تاثرات اور لہجے کے اتار چڑھاؤ سے ایک دوسرے کی کیفیات کا اندازہ لگا لیا کرتی تھیں۔

”خبر تو اچھی ہے، وہ کبھی مجھے خوش بھی تو ہونے دیا کریں“ راحیلہ کے سامنے وہ یونہی ہمیشہ اپنے دل کا حال بیان کر دیا کرتی تھی۔

”خیریت، کیا کوئی جھگڑا ہو گیا ہے؟“ راحیلہ نے تشویش سے پوچھا۔

”لڑائی جھگڑا تو وہاں ہوتا ہے جہاں دوستی اور محبت ہو۔ افنان تو مجھ سے ایسے بیزار ہے جیسے مجھ سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی شے نہ ہو ان کے نزدیک“

اس نے بہت دکھی لہجے میں اپنا مسئلہ بیان کیا۔

جواباً راحیلہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ جب سے سمیعہ اور افنان کا نکاح ہوا تھا وہ سمیعہ کی طرف سے مسلسل اس شکایت کو سننے اور پھر اسے تسلیاں دینے کی عادی ہو گئی تھی۔ شکایت وہ سن چکی تھی۔ اب تسلی دینے کا مرحلہ تھا۔ جس کیلئے راحیلہ خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئی۔

”تم بالکل بے وقوف ہو سمیعہ! بچپن سے افنان بھائی کو دیکھتی آ رہی ہو۔ وہ تو شروع ہی سے بہت سنجیدہ اور بردبار ہیں اور جب سے آرمی جوائن کی ہے کچھ اور بھی سنجیدہ ہو گئے ہیں۔ آرمی کی ٹف لائف، بندے کو اچھا خاصا روکھا بنا دیتی ہے۔ اس وجہ سے یہ سوچنا کہ وہ تم سے بیزار ہیں، تمہیں ناپسند کرتے ہیں، تمہاری بیوقوفی کے سوا کچھ نہیں، تمہاری خالہ نے ان سے پوچھ کر ہی تمہارا ان سے نکاح کروایا ہوگا۔ اگر انہیں تم ناپسند ہوتیں تو وہ اسی وقت انکار کر دیتے“

”تم ہر بار مجھے ایسی ہی تسلیاں دیتی ہو لیکن میں کوئی بیوقوف تو نہیں ہوں کہ سنجیدگی اور بیزارگی کے درمیان فرق محسوس نہ کر سکوں۔ مجھے دیکھتے ہی ان کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں۔ بات کروں تو ایسے جواب دیتے ہیں جیسے ابھی کچا چبا جائیں گے۔“ آج راحیلہ کی تسلیاں بھی اسے مطمئن نہیں کر پا رہی تھیں۔

”بھئی کچھ مرد ایسے بھی ہوتے ہیں انہیں اپنے ناز نخرے دکھانے کا شوق ہوتا ہے۔ اب اگر تم ان سے محبت کرتی ہو تو یہ سارے نخرے بھی برداشت کرنے ہوں گے۔“ ”مگر محبت میں کمی ہے تو الگ بات ہے“ راحیلہ نے اسے جیسے چھیڑا۔

”بکواس مت کرو، تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میری زندگی میں ان کی کیا اہمیت ہے“ اس نے خفگی سے راحیلہ کو گھورا۔

"تو بس میری جان! ہمت سے کام لو، وہ جو برا بھلا کہیں، ہنس کر برداشت کرو، اور اپنی طرف سے توجہ میں کمی نہ آنے دو، وہ جتنی چاہے بیزارگی دکھائیں تم ان سے اپنی چاہت کا اظہار کرتی رہو، دیکھنا ایک نہ ایک دن وہ نرم پڑ ہی جائیں گے۔ بلکہ سچ کہوں مجھے تو اب بھی پورا یقین ہے کہ اندر ہی اندر وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور اوپر سے یوں ہی اکڑتے رہتے ہیں۔" راحیلہ اپنے حساب سے بہت عقلمندی کی باتیں کر رہی تھی۔

سمیعہ کا المیہ یہی تھا کہ وہ سب کچھ اپنی دوستوں کی گفتگو سے ہی اخذ کیا کرتی تھی۔ گھر میں کوئی بڑی بہن یا بھابی تو تھیں نہیں جو عقل کی چار باتیں سمجھائیں۔ ماں سے اس کی اتنی بے تکلفی نہیں تھی کہ وہ ان سے اپنی کیفیات شیئر کرتی۔ لے دے کر اس کی ہم عمر دوستیں ہی تھیں جو اس کی طرح ناتجربہ کار اور ناسمجھ تھیں۔ ان ہی دوستوں کی "قیمتی آراء" کی روشنی میں سمیعہ اپنے اور افنان کے تعلق کو دیکھا کرتی تھی۔

راحیلہ تو پھر نسبتاً سمجھدار تھی لیکن اس کی باقی ماندہ سہیلیاں تو بے حد ناسمجھ اور لاابالی تھیں جنہوں نے فلموں اور ڈراموں سے منگیتر اور ناکح کا ایک خاص تصور تراش رکھا تھا جس کی روشنی میں وہ سمیعہ سے طرح طرح کے سوالات پوچھتی رہتی تھیں۔

افنان بھائی نے عید پر کیا گفٹ دیا؟ برتھ ڈے پر کیسے وش کیا؟ تمہیں فون کرتے ہیں کہ نہیں؟ کبھی باہر ڈنر پر لے جانے کی آفر کی وغیرہ وغیرہ،

سمیعہ کے پاس ان سارے سوالوں کے جواب سنانے کیلئے کوئی ایک بھی چٹ پٹا، کھٹا میٹھا، واقعہ نہ ہوتا تھا۔ سو وہ خوب کڑھتی، اس جلنے کڑھنے میں ہی نجانے کب اس نے افنان کو چھیڑ چھیڑ کر اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اسے خود بھی پتہ نہیں چلا لیکن اب صورتحال یہ تھی کہ جب اس کی حرکتوں پر افنان پیچ وتاب کھاتا تو بھی وہ اس کی کیفیت سے حظ اٹھاتی اور کبھی افسردہ ہو جاتی کہ اس کی اس قدر توجہ کے باوجود افنان اس کی طرف راغب کیوں نہیں ہوتا۔

میٹرک کے بعد اس کا افنان سے نکاح ہوا تھا اور اب اڑھائی سال بعد جبکہ وہ تھرڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی، معاملات ہنوز اسی طرح چلے آرہے تھے۔ نہ افنان اپنی تلخ مزاجی سے باز آتا تھا نہ سمیعہ کی چاہے جانے کی خواہش ماند پڑتی تھی۔ بلکہ یہ خواہش تو ہر گزرتے دن کے ساتھ شدید ترین ہوتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

"کیا کر رہی ہیں خالہ؟" وہ صحن میں ایک طرف ایکسر سائز میں مصروف تھا۔ قریب ہی اماں تخت پر بیٹھی اپنے سامنے پڑے شاپنگ بیگز میں جھانک رہی تھیں کہ سمیعہ چلی آئی۔

"کرنا کیا ہے بیٹا!" عرفان صبح آفس جاتے وقت یہ سبزیاں اور مرغی تھما گیا ہے۔ انہیں ہی دیکھ رہی تھی کہ کیا پکاؤں؟ خیال تھا کہ مرغی کا قورمہ بنا لیتی ہوں لیکن قورمہ بچے شوق سے نہیں کھاتے۔

بیچارے سکول سے تھکے ماندے آئیں گے اور آگے سے کھانا پسند کا نہیں ملے گا تو دل برا ہوگا ان کا۔ سعدیہ گھر پر ہوتی تو کوئی فکر کی بات نہیں تھی وہ جھٹ پٹ بچوں کی پسند کی چیزیں بنا دیتی ہے۔ اب میں تو اس عمر میں نت نئے کھانے پکانے سے رہی وہ روایتی کھانے بنانے آتے ہیں جو آج کل کے بچوں کو پسند نہیں آتے۔

اماں کے سامنے بہت اہم مسئلہ تھا جو پوری دلسوزی سے لاڈلی بھانجی کو سنایا جا رہا تھا۔

"یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں خالہ! بچوں کیلئے میں چکن اور سبزیاں ڈال کر اسپیگیٹی بنا دوں گی۔" اس نے مسئلے کا حل پیش کیا۔

"ارے چھوڑو! یہ موئی اسپیگیٹی بھی کوئی پیٹ بھرنے کی چیز ہے۔ منہ کے ذائقے کیلئے کھا لو وہ الگ بات ہے لیکن کھانے کے بدلے ایسی چیزیں بچوں کو کھلانا مجھے قطعی پسند نہیں۔ صبح بھی خالی ایک دو سلائس مکھن یا جام لگا کر کھاتے ہیں۔ دوپہر میں بھی اسپیگیٹی کھائیں گے تو جان کیا خاک بنے گی۔ ہم تو اپنے بچوں کو صبح ناشتے

میں پراٹھے کھلایا کرتے تھے۔ آج کل کی ماؤں نے اپنی آسانی کیلئے بچوں کو ڈبل روٹی، پاپوں پہ پالنا شروع کر دیا ہے" وہ یوں تو بہو کی بڑی قدردان تھیں لیکن جب معاملہ پوتوں کا آ جاتا تھا تو ان سے معمولی سی کوتاہی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ سمیعہ ان کی اپنے پوتوں سے بے تحاشہ محبت سے واقف تھی اس لیے برا مانے بغیر ایک اور تجویز پیش کی۔

"چلیں پھر ایسا کرتے ہیں، چائنہ رائس بنا لیتی ہوں۔ بچے شوق سے بھی کھا لیں گے اور کھانے جیسا کھانا بھی ہو جائے گا۔"

"وہ افنان کو پسند نہیں اور سچ کہوں تو میرے اپنے حلق سے بھی نہیں اترتے، ایسے پھیکے سیٹھے کھانے" اماں کے پاس ایک اور اعتراض موجود تھا۔

"آپ لوگوں کے لیے ساتھ میں مٹر قیمہ بنا دونگی۔ اس پر تو کسی کا اختلاف نہیں ہے نا؟" ماتھے پر شکن لائے بغیر اس نے ان کا اعتراض دور کیا۔

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ افنان کو بھی پسند ہے اور مجھے بھی۔ بچے بھی تھوڑا بہت کھا ہی لیتے ہیں۔"

وہ بالآخر متفق ہو ہی گئیں لیکن پھر اچانک ہی انہیں خیال آیا۔

"قیمہ تو ہے ہی نہیں۔ عرفان تو صرف مرغی کا گوشت لایا ہے۔ فریج میں جو گائے کا گوشت رکھا تھا وہ کل میں نے پالک کے ساتھ پکا لیا تھا۔ عرفان کو بتانے کا خیال ہی نہیں رہا ورنہ وہ ساتھ ہی اسے بھی لا دیتا۔"

"پھر اب کیا کریں؟" سمیعہ نے بالآخر ہار مانتے ہوئے ان سے ہی دریافت کیا۔

"ارے کرنا کیا ہے؟ ابھی افنان کو بھیج کر قیمہ منگوا لیتی ہوں۔ اتنی مشکل سے تو پکانے کو کچھ سمجھ آیا ہے۔ اب اسے چھوڑ کر دوبارہ سے کیا سوچیں گے" اماں کی بات سن کر افنان چونکا۔ اشیائے خورد و نوش کی خریداری، خصوصاً سبزی اور گوشت خریدنا ہمیشہ ہی اس کی طبیعت پر گراں گزرتا تھا۔ پہلے یہ کام ابا انجام دیتے تھے، ان کے بعد عرفان بھائی نے یہ ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ وہ تو یوں بھی آرمی میں ہونے کی وجہ سے اکثر گھر سے دور ہی رہتا تھا۔ کبھی کبھار چھٹیوں پر آتا تو اس کی حیثیت مہمان کی سی ہوتی۔ کوئی کام کرنا تو دور کی بات وہ تو یہاں رہ کر ہر وقت بس اپنے لاڈ ہی اٹھواتا رہتا تھا۔ لیکن اب اسے اپنی گردن پھنستی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

"افنان بیٹا! ذرا ایک کلو قیمہ تو لا دو۔ بچی ابھی سے مصالحہ وغیرہ لگا کر رکھے گی تو کھانے کے وقت تک تیار ہو سکے گا۔" وہ تولیے سے پسینہ پونچھتے ہوئے چپکے سے اپنے کمرے کا رخ کر رہا تھا کہ اماں نے اسے پکار لیا۔

"کیا ہے اماں! کوئی ضروری ہے کہ آج لازماً دم کا قیمہ ہی بنایا جائے۔ کچھ اور بھی تو پک سکتا ہے۔"

اس نے سمیعہ کو گھورتے ہوئے اماں کو جواب دیا۔

"تمہیں ذرا سا کام کیا کہہ دیا۔ تم لگے باتیں بنانے۔ ہم تم سے کونسا بہت کام لیتے ہیں، یہ تو مجبوری آن پڑی ہے جو تم سے بازار تک جانے کو کہہ دیا۔ نہیں جانا چاہتے تو کوئی بات نہیں میں خود ہی ہمت کر کے چلی جاتی ہوں۔ کم بخت آج ان پیروں میں بھی بڑا درد ہے ورنہ پہلے ہی تم سے نہ کہا ہوتا۔ اماں نے بنا کسی لحاظ کے اسے باتیں سنا ڈالیں۔ ایک تو سمیعہ کے سامنے بے عزتی کا احساس اس پر سے اس کا ہونٹ دبا دبا کر مسکرانا، افنان کا تو پارہ ہی ہائی ہو گیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بیٹھیں گھر میں، میں لا کر دیتا ہوں" تخت کے نیچے پیروں کی مدد سے چپلیں ٹٹولتی اماں کو اس نے روکا اور خود تولیہ تخت پر پھینک کر دھم دھم کرتا گھر سے باہر نکل گیا۔

"آپ اندر جا کر آرام کریں خالہ! میں سارا کام دیکھ لونگی" افنان کے باہر نکلنے کے بعد سمیعہ نے مشورہ دیا تو انہوں نے پیروں میں ہوتی شدید تکلیف کے پیش نظر اس مشورے کو ماننے میں ہی عافیت سمجھی۔ افنان واپس لوٹا تو تب تک پین کلر لے کر سو بھی چکی تھیں۔ مجبوراً اسے کچن تک جانا پڑا۔

"یہ لو" اس نے قیمے کا شاپر کچن کاؤنٹر پر پٹخا۔

آرام سے بھئی۔ میرا دل بہت نازک ہے۔" اس نے اپنا دوپٹہ کچن کے دروازے پر ٹانگ رکھا اور خود بری طرح مصروف تھی۔ افنان کے انداز پر دہلنے کی اداکاری کرتے ہوئے اس نے اسے ٹوکا۔

"اماں اٹھیں تو انہیں بتا دینا کہ میں اپنے دوست کے گھر گیا ہوں" وہ سنی ان سنی کرتا ہوا واپس پلٹ گیا۔ سمیعہ پر خود بھی اس وقت اچھا سا کھانا پکانے کی دھن سوار تھی۔ اس لیے مزید چھیڑ چھاڑ سے باز رہتے ہوئے اپنے کام میں منہمک ہوگئی۔ کام میں وقت کیسے گزرا پتہ ہی نہیں چلا۔ وہ فارغ ہو کر کچن سے نکلی تو دیکھا خالہ ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ توجہ دیے بغیر آگے بڑھ گئی۔ گھر یوں تو صاف ستھرا تھا لیکن افنان اور بچوں کی چند چیزیں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ وہ ان چیزوں کو سمیٹ ہی رہی تھی کہ بچے اسکول سے لوٹ آئے۔

"تم دونوں جلدی سے چینج کر کے منہ ہاتھ دھولو۔ پھر میں کھانا لگاتی ہوں" اس نے افنان کا تخت پر پھینکا ہوا تولیہ اٹھا کر دھوپ میں پھیلاتے ہوئے بچوں سے کہا۔

"کیا پکا ہے سمیعہ آنٹی؟" بڑے غفران نے اشتیاق سے پوچھا۔

"جو پکا ہے آپ کی پسند کا ہے۔ اسے لیے جلدی سے جاؤ اور چینج کرو" سمیعہ نے سیدھا جواب دینے کے بجائے اس کے اشتیاق کو مزید بھڑکایا۔

اور کچن کی طرف روانہ ہوگئی۔ بچوں کے فریش ہو کر آنے تک وہ دسترخوان بچھا کر کھانا لگا چکی تھی۔

"آہا! چائینہ رائس اور دم کا قیمہ، آج تو مزہ ہی آگیا۔" غفران نے دسترخوان پر موجود کھانوں کو دیکھ کر خوشی کا نعرہ لگایا

"دعا دو اپنی سمیعہ آنٹی کو۔ ورنہ تمہاری بوڑھی دادی میں تو اتنا دم نہیں تھا کہ یہ سب پکا کر تمہیں کھلاتی" بچوں کی پلیٹوں میں کھانا ڈالتے ہوئے انہوں نے محبت سے سمیعہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سمیعہ آنٹی!" غفران اور عدنان بیک زبان ہو کر بولے۔

"تھینک یو کی کیا بات ہے، میں نے اپنی خوشی سے بنایا ہے" خالہ کے سامنے رائتے کا پیالہ کھسکاتے ہوئے سمیعہ نے جواب دیا۔

"تم بھی تو لو ناں بیٹا! تم کیوں ایسے ہی بیٹھی ہوئی ہو؟" انہوں نے سمیعہ کو کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتے نہ دیکھ کر اسے ٹوکا۔

"ابھی بھوک نہیں ہے خالہ!" اس نے پیٹ میں اچھل کود کرتے چوہوں کو نظر انداز کر کے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور بہانہ بنا دیا۔ افنان کو گھر سے نکلے کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ اصولاً اسے اب تک واپس آجانا چاہیے تھا لیکن وہ غائب تھا۔

"چاچو کہاں گئے ہیں دادی؟" کھانا کھاتے ہوئے عدنان کو خیال آیا تو پوچھنے لگا۔

"اپنے دوست کے گھر گئے ہیں۔ ابھی فون آیا تھا کہ شام تک واپس آجاؤں گا۔ بچوں سے کہیں کھانا کھا کر آرام کریں۔ شام میں انہیں گھمانے لے جاؤں گا۔"

"یا ہو" دادی سے ملنے والی اطلاع پر دونوں خوشی سے نعرہ لگایا تو وہ مسکرانے لگیں لیکن سمیعہ کے اندر دور تک سناٹا چھا گیا۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ اس کا پکایا ہوا کھانا نہ کھانے کیلئے افنان نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے۔ اپنی محنت کے اس طرح رائیگاں جانے پر اس کا دل بری طرح بھر آیا۔

"بہت دیر ہوگئی ہے خالہ! میں گھر چلتی ہوں امی انتظار کر رہی ہونگی۔" اس سے قبل کہ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے وہ بہانہ بناتی تیزی سے اٹھ کر باہر کی طرف دوڑ گئی۔ پیچھے خالہ اور بچوں نے اسے کتنی آوازیں دیں اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔

☆☆☆

"اماں تمہیں یاد کر رہی ہیں" اگلے دن عرفان بھائی نے یہ پیغام پہنچایا تو وہ خالہ کے گھر جانے سے خود کو روک نہیں پائی ورنہ افنان کے رویے سے دل بہت دکھا

تھا اور اس نے سوچ لیا تھا کہ جب تک افنان یہاں ہے خالہ کے گھر نہیں جانا۔ مگر خالہ کے ایک چھوٹے سے پیغام نے ایک پل میں ہی فیصلہ بدل ڈالا۔ اب پتہ نہیں ایسا خالہ کی محبت کے باعث تھا یا اس کا اپنا دل ہی بے ایمان تھا جو افنان کی بے رخی پر بس ذرا ہی دیر خفا رہ پاتا اور وہ ساری انا بھول بھال کر ایک بار پھر اس کے سامنے جا پہنچی تھی۔

"کیا بہت مصروف تھی میری بیٹی! کل دوپہر کے بعد سے صورت ہی نہیں دکھائی۔ معلوم بھی ہے کہ خالہ کا دل اداس ہو جاتا ہے اگر روز صبح تمہاری صورت نہ دیکھیں" وہ وہاں پہنچی تو خالہ نے اسے خود بھی پتہ نہیں چلا لیکن اب صورتحال یہ تھی کہ جب اس کی حرکتوں پر افنان پیچ و تاب کھاتا تو تبھی تو وہ اس کی کیفیت سے حظ اٹھاتی اور کبھی افسردہ ہو جاتی کہ اس کی اس قدر توجہ کے باوجود افنان اس کی طرف راغب کیوں نہیں ہوتا۔

میٹرک کے بعد اس کا افنان سے نکاح ہوا تھا اور اب اڑھائی سال بعد جبکہ وہ تھرڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی، معاملات ہنوز اسی طرح چلے آ رہے تھے۔ نہ افنان اپنی تلخ مزاجی سے باز آتا تھا نہ سمیعہ کی چاہے جانے کی خواہش ماند پڑی تھی۔ بلکہ یہ خواہش تو ہر گزرتے دن کے ساتھ شدید ترین ہوتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

"کیا کر رہی ہیں خالہ؟" وہ صحن میں ایک طرف ایکسرسائز میں مصروف تھا۔ قریب ہی اماں تخت پر بیٹھی اپنے سامنے پڑے شاپنگ بیگز میں جھانک رہی تھیں کہ سمیعہ چلی آئی۔

"کرنا کیا ہے بیٹا!" عرفان صبح آفس جاتے وقت یہ سبزیاں اور مرغی تھما گیا ہے۔ انہیں ہی دیکھ رہی تھی کہ کیا پکاؤں؟ خیال تھا کہ مرغی کا قورمہ بنا لیتی ہوں لیکن قورمہ بچے شوق سے نہیں کھاتے۔

بیچارے سکول سے تھکے ماندے آئیں گے اور آگے سے کھانا پسند کا نہیں ملے گا تو دل برا ہوگا ان کا۔ سعدیہ گھر پر ہوتی تو کوئی فکر کی بات نہیں تھی وہ جھٹ پٹ بچوں کی پسند کی چیزیں بنا دیتی ہے۔ اب میں تو اس عمر میں نت نئے کھانے پکانے سے رہی وہ روایتی کھانے بنانے آتے ہیں جو آج کل کے بچوں کو پسند نہیں آتے۔

اماں کے سامنے بہت اہم مسئلہ تھا جو پوری دلسوزی سے لاڈلی بھانجی کو سنایا جا رہا تھا۔

"یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں خالہ! بچوں کیلئے میں چکن اور سبزیاں ڈال کر اسپیگٹی بنا دوں گی۔" اس نے مسئلے کا حل پیش کیا۔

"ارے چھوڑو! یہ موئی اسپیگٹی بھی کوئی پیٹ بھرنے کی چیز ہے۔ منہ کے ذائقے کیلئے کھا لو وہ الگ بات ہے لیکن کھانے کے بدلے ایسی چیزیں بچوں کو کھلانا مجھے قطعی پسند نہیں۔ صبح بھی خالی ایک دو سلائس مکھن یا جام لگا کر کھاتے ہیں۔ دوپہر میں بھی اسپیگٹی کھائیں گے تو جان کیا خاک بنے گی۔ ہم تو اپنے بچوں کو صبح ناشتے میں پراٹھے کھلایا کرتے تھے۔ آج کل کی ماؤں نے اپنی آسانی کیلئے بچوں کو ڈبل روٹی، پاپوں پر پالنا شروع کر دیا ہے" وہ یوں تو بہو کی بڑی قدر دان تھیں لیکن جب معاملہ پوتوں کا آتا تھا تو ان سے معمولی سی کوتاہی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ سمیعہ ان کی اپنے پوتوں سے بے تحاشہ محبت سے واقف تھی اس لیے برا مانے بغیر ایک اور تجویز پیش کی۔

"چلیں پھر ایسا کرتے ہیں، چائنہ رائس بنا لیتی ہوں۔ بچے شوق سے بھی کھا لیں گے اور کھانے جیسا کھانا بھی ہو جائے گا۔"

"وہ افنان کو پسند نہیں اور سچ کہوں تو میرے اپنے حلق سے بھی نہیں اترتے، ایسے پھیکے سیٹھے کھانے" اماں کے پاس ایک اور اعتراض موجود تھا۔

"آپ لوگوں کے لیے ساتھ میں مٹر قیمہ بنا دوں گی۔ اس پر تو کسی کا اختلاف نہیں ہے نا؟" ماتھے پر شکن لائے بغیر اس نے ان کا اعتراض دور کیا۔

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ افنان کو بھی پسند ہے اور مجھے بھی۔ بچے بھی تھوڑا بہت کھا ہی لیتے ہیں۔"

وہ بالآخر متفق ہو ہی گئیں لیکن پھر اچانک ہی انہیں خیال آیا۔

"قیمہ تو ہے ہی نہیں۔ عرفان تو صرف مرغی کا گوشت لایا ہے۔ فریج میں جو گائے کا گوشت رکھا تھا وہ کل میں نے پالک کے ساتھ پکا لیا تھا۔ عرفان کو بتانے کا خیال ہی نہیں رہا ورنہ وہ ساتھ ہی اسے بھی لا دیتا۔"

"پھر اب کیا کریں؟" سمیعہ نے بالآخر ہار مانتے ہوئے ان سے ہی دریافت کیا۔

"ارے کرنا کیا ہے؟ ابھی افنان کو بھیج کر قیمہ منگوا لیتی ہوں۔ اتنی مشکل سے تو پکانے کو کچھ سمجھ آیا ہے۔ اب اسے چھوڑ کر دوبارہ سے کیا سوچیں گے" اماں کی بات سن کر افنان چونکا۔ اشیائے خورد ونوش کی خریداری، خصوصاً سبزی اور گوشت خریدنا ہمیشہ ہی اس کی طبیعت پر گراں گزرتا تھا۔ پہلے یہ کام ابا انجام دیتے تھے، ان کے بعد عرفان بھائی نے یہ ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ وہ تو یوں بھی آرمی میں ہونے کی وجہ سے اکثر گھر سے دور ہی رہتا تھا۔ کبھی کبھار چھٹیوں پر آتا تو اس کی حیثیت مہمان کی سی ہوتی۔ کوئی کام کرنا تو دور کی بات وہ تو یہاں رہ کر ہر وقت بس اپنے لاڈ ہی اٹھواتا رہتا تھا۔ لیکن اب اسے اپنی گردن پھنستی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

"افنان بیٹا! ذرا ایک کلو قیمہ تو لا دو۔ بچی ابھی سے مصالحہ وغیرہ لگا کر رکھے گی تو کھانے کے وقت تک تیار ہو سکے گا۔" وہ تولیے سے پسینہ پونچھتے ہوئے چپکے سے اپنے کمرے کا رخ کر رہا تھا کہ اماں نے اسے پکار لیا۔

"کیا ہے اماں! کوئی ضروری ہے کہ آج لازماً قیمہ ہی بنایا جائے۔ کچھ اور بھی تو پک سکتا ہے۔"

اس نے سمیعہ کو گھورتے ہوئے اماں کو جواب دیا۔

"تمہیں ذرا سا کام کیا کہہ دیا۔ تم لگے باتیں بنانے۔ ہم تم سے کونسا بہت کام لیتے ہیں، یہ تو مجبوری آن پڑی ہے جو تم سے بازار تک جانے کو کہہ دیا۔ نہیں جانا چاہتے تو کوئی بات نہیں میں خود ہی ہمت کر کے چلی جاتی ہوں۔ کم بخت آج ان پیروں میں بھی بڑا درد ہے ورنہ پہلے ہی تم سے نہ کہا ہوتا۔" اماں نے بنا کسی لحاظ کے ایسے باتیں سنا ڈالیں۔ ایک تو سمیعہ کے سامنے بے عزتی کا احساس اس پر سے اس کا ہونٹ دبا کر مسکرانا، افنان کا تو پارہ ہی ہائی ہو گیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بیٹھیں گھر میں، میں لا کر دیتا ہوں" تخت کے نیچے پیروں کی مدد سے چپلیں ٹٹولتی اماں کو اس نے روکا اور خود تولیہ تخت پر پھینک کر دھم دھم کرتا گھر سے باہر نکل گیا۔

"آپ اندر جا کر آرام کریں خالہ! میں سارا کام دیکھ لوں گی" افنان کے باہر نکلنے کے بعد سمیعہ نے مشورہ دیا تو انہوں نے پیروں میں ہوتی شدید تکلیف کے پیش نظر اس مشورے کو ماننے میں ہی عافیت سمجھی۔ افنان واپس لوٹا تو تب تک پین کلر لے کر سو بھی چکی تھیں۔ مجبوراً اسے کچن تک جانا پڑا۔

"یہ لو" اس نے قیمے کا شاپر کچن کاؤنٹر پر پٹخا۔

"آرام سے بھئی۔ میرا دل بہت نازک ہے۔ اس نے اپنا دوپٹہ کچن کے دروازے پر ٹانگ رکھا تھا اور خود بری طرح مصروف تھی۔ افنان کے انداز پر دہلنے کی اداکاری کرتے ہوئے اس نے اسے ٹوکا۔

"اماں اٹھیں تو انہیں بتا دینا کہ میں اپنے دوست کے گھر گیا ہوں" وہ سنی ان سنی کرتا ہوا واپس پلٹ گیا۔ سمیعہ پر خود بھی اس وقت اچھا سا کھانا پکانے کی دھن سوار تھی۔ اس لیے مزید چھیڑ چھاڑ سے باز رہتے ہوئے اپنے کام میں منہمک ہو گئی۔ کام میں وقت کیسے گزرا پتہ ہی نہیں چلا۔ وہ فارغ ہو کر کچن سے نکلی تو دیکھا خالہ ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ توجہ دیے بغیر آگے بڑھ گئی۔ گھر یوں تو صاف ستھرا تھا لیکن افنان اور بچوں کی چند چیزیں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ وہ ان چیزوں کو سمیٹ ہی رہی تھی کہ بچے اسکول سے لوٹ آئے۔

"تم دونوں جلدی سے چینج کر کے منہ ہاتھ دھو لو۔ پھر میں کھانا لگاتی ہوں" اس نے افنان کا تخت پر پھینکا ہوا تولیہ اٹھا کر دھوپ میں پھیلاتے ہئے بچوں سے

کہا۔
"کیا پکا ہے سمیعہ آنٹی؟" بڑے غفران نے اشتیاق سے پوچھا۔
"جو پکا ہے آپ کی پسند کا ہے۔ اسے لیے جلدی سے جاؤ اور چینج کرو" سمیعہ نے سیدھا جواب دینے کے بجائے اس کے اشتیاق کو مزید بھڑکایا۔
اور کچن کی طرف روانہ ہو گئی۔ بچوں کے فریش ہو کر آنے تک وہ دستر خوان بچھا کر کھانا لگا چکی تھی۔
"آہا! چائنیز رائس اور دم کا قیمہ، آج تو مزہ ہی آ گیا۔" غفران نے دستر خوان پر موجود کھانوں کو دیکھ کر خوشی کا نعرہ لگایا
"دعا دو اپنی سمیعہ آنٹی کو۔ ورنہ تمہاری بوڑھی دادی میں تو اتنا دم نہیں تھا کہ یہ سب پکا کر تمہیں کھلاتی" بچوں کی پلیٹوں میں کھانا ڈالتے ہوئے انہوں نے محبت سے سمیعہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"تھینک یو سمیعہ آنٹی!" غفران اور عدنان بیک زبان ہو کر بولے۔
"تھینک یو کی کیا بات ہے، میں نے اپنی خوشی سے بنایا ہے" خالہ کے سامنے رائتے کا پیالہ کھسکاتے ہوئے سمیعہ نے جواب دیا۔
"تم بھی تو لو ناں بیٹا! تم کیوں ایسے ہی بیٹھی ہوئی ہو؟ انہوں نے سمیعہ کو کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتے نہ دیکھ کر اسے ٹوکا۔
"ابھی بھوک نہیں ہے خالہ!" اس نے پیٹ میں اچھل کود کرتے چوہوں کو نظر انداز کر کے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور بہانہ بنا دیا۔ افنان کو گھر سے نکلے کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ اصولاً اسے اب تک واپس آ جانا چاہیے تھا لیکن وہ غائب تھا۔
"چاچو کہاں گئے ہیں دادی؟" کھانا کھاتے ہوئے عدنان کو خیال آیا تو پوچھنے لگا۔
"اپنے دوست کے گھر گئے ہیں۔ ابھی فون آیا تھا کہ شام تک واپس آ جاؤں گا۔ بچوں سے کہیں کھانا کھا کر آرام کریں۔ شام میں انہیں گھمانے لے جاؤں گا۔
"یاہو" دادی سے ملنے والی اطلاع پر دونوں خوشی سے نعرہ لگایا تو وہ مسکرانے لگیں لیکن سمیعہ کے اندر دور تک سناٹا چھا گیا۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ اس کا پکایا ہوا کھانا نا کھانے کیلئے افنان نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے۔ اپنی محنت کے اس طرح رائیگاں جانے پر اس کا دل بری طرح بھر آیا۔
"بہت دیر ہو گئی ہے خالہ! میں گھر چلتی ہوں امی انتظار کر رہی ہونگی۔" اس سے قبل کہ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے وہ بہانہ بناتی تیزی سے اٹھ کر باہر کی طرف دوڑ گئی۔ پیچھے خالہ اور بچوں نے اسے کتنی آوازیں دیں اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔

☆☆☆

"اماں تمہیں یاد کر رہی ہیں" اگلے دن عرفان بھائی نے یہ پیغام پہنچایا تو وہ خالہ کے گھر جانے سے خود کو روک نہیں پائی ورنہ افنان کے رویے سے دل بہت دکھا تھا اور اس نے سوچ لیا تھا کہ جب تک افنان یہاں ہے خالہ کے گھر نہیں جانا۔ مگر خالہ کے ایک چھوٹے سے پیغام نے ایک پل میں ہی فیصلہ بدل ڈالا۔ اب پتہ نہیں ایسا خالہ کی محبت کے باعث تھا یا اس کا اپنا دل ہی بے ایمان تھا جو افنان کی بے رخی پر بس ذرا ہی دیر خفا رہ پاتا اور وہ ساری انا بھول بھال کر ایک بار پھر اس کے سامنے جا پہنچی تھی۔
"کیا بہت مصروف تھی میری بیٹی! کل دوپہر کے بعد سے صورت ہی نہیں دکھائی۔ معلوم بھی ہے کہ خالہ کا دل اداس ہو جاتا ہے اگر روز صبح تمہاری صورت نہ دیکھیں" وہ وہاں پہنچی تو خالہ نے اسے خود سے لپٹاتے ہوئے گلہ کیا۔
"بس آنے ہی لگی تھی خالہ! آج صبح سے گھر کی صفائی کا کام نکلا ہوا تھا اس لیے دیر ہو گئی" خالہ کے شانے پر تھوڑی ٹکارتے اس نے اپنا بازو بھی ان کے گرد حمائل کر دیا۔ خالہ کی اپنے لیے محبت سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔ بیٹی نہ ہونے کے باعث انہوں نے ہمیشہ سمیعہ کو ہی اپنی بیٹی سمجھا تھا اور پھر جب سے وہ افنان

کے ساتھ منسوب ہوئی تھی ان کی محبت مزید بڑھ گئی تھی۔

"رافعہ سے کہوں گی کہ میری بیٹی سے اتنا کام نہ لیا کرے۔ اس سے نہیں سنبھلتا گھر تو مدد کیلئے کام والی رکھ لے۔ بچی کو اتنا کیا مصروف رکھنا کہ اسے خالہ کے گھر آنے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔"

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے خالہ! خالہ کی بات سن کر وہ کچھ جھینپتے ہوئے بولی تو وہ ہنس دیں۔ جانتی تھیں کہ مصروفیت کے حصے محض بہانہ بازی تھی اور اپنے ان بیانوں پر اب وہ خود ہی شرمندہ بھی ہو رہی تھی۔

"سعدیہ بھابھی کچن میں ہیں؟ دو دن ہو گئے ملاقات نہیں ہوئی، ذرا ان سے مل کر آتی ہوں وہ خالہ خالی کی ہنسی کو نظر انداز کرتی کچن کی طرف بڑھ گئی جہاں سے برتنوں کے اٹھانے رکھنے کی آوازوں سے سعدیہ بھابھی کی وہاں موجودگی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"السلام علیکم بھابھی!" کچن میں قدم رکھتے اس نے سلام جھاڑا۔

"وعلیکم السلام! کہاں ہو بھئی؟ جب سے واپس لوٹی ہوں تمہاری صورت ہی دکھائی نہیں دی"

بھابھی نے کٹے ہوئے ٹماٹر پتیلی میں ڈالتے ہوئے ذرا کی ذرا اس پر بھی نظر کی۔

"آپ کب واپس آئیں؟" اس نے ان کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"کل مغرب سے پہلے ہی واپس آ گئی تھی۔ بچے بہت خوش تھے کہ سمیعہ آنٹی نے ہمیں بہت مزے کا لنچ کروایا" بھابھی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو اسے ایک بار پھر افنان کی بے رخی یاد آ گئی۔

"کیا ہوا؟ چپ کیوں ہو گئیں؟" سعدیہ بھابھی نے اسے خاموش ہوتے ہوئے دیکھ کر ٹوکا۔

"کچھ نہیں۔ آپ بتائیں کیا ہوا نادیہ کے رشتے کا؟" اس نے خود پر سے ان کی توجہ ہٹائی۔

"رشتہ تو بہت اچھا ہے، عرفان کو بھی لڑکا بہت پسند آیا ہے، بس تھوڑی سی چھان بین اور کر لیں تو "ہاں" میں جواب دے کر جلد کوئی رسم وغیرہ کر لینگے"

"سعدیہ بھابھی کے چہرے پر خوشی کی جھلک تھی۔

"یہ تو اچھی خبر ہے، اس کا مطلب ہے کہ ہمیں جلد ہی ایک تقریب میں شرکت کی تیاری کر لینی چاہیے" جواباً اس نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ یوں بھی وہ بڑی سادہ طبیعت اور ہر ایک کی خوشی میں خوش ہو جانے والوں میں سے تھی۔ اب بھی کبابوں کیلئے گول گول ٹکیاں بناتے غیر محسوس طور پر سعدیہ بھابھی کے ساتھ کام میں شریک ہو گئی تھی۔ ساتھ ہی نادیہ کے متوقع سسرالیوں کے بارے میں بھابھی کے پر جوش تبصرے اور اندازے، بہت لگن کے ساتھ سن رہی تھی۔

"کباب فریج میں رکھ دو، کھانے کا وقت ہونے میں تو ابھی خاصی دیر ہے، جب روٹی پکے گی تو اس وقت ہی کباب بھی فرائی ہو جائینگے۔" سالن کے نیچے آنچ دھیمی کرتے بھابھی نے اسے کچن سے نکلنے کا اشارہ کیا تو وہ ان کے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔

"سمیعہ آنٹی! آیئے ہمارے ساتھ کھیلیں" باہر نکلتے ہی اسے غفران اور عدنان نے گھیر لیا۔

"کیا کھیلنا ہے بھئی" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ گیم جس میں میں ایک ٹیم سونگ گاتی ہے تو دوسری ٹیم اس سونگ کے آخری حرف سے شروع ہونے والا سونگ سناتی ہے" بچوں نے یقیناً ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھا تھا جسے اب وہ خود پرفارم کرنا چاہتے تھے۔

"اچھا تو پھر جلدی سے ٹیمیں بنا لو" وہ سدا کی لاابالی، بچوں کے ساتھ بچی بن کر جھٹ پٹ ان کے کھیل میں شریک ہونے کیلئے تیار ہو گئی۔

"میں اور عدنان ایک ٹیم ہیں اور آپ دوسری" غفران نے فوراً ہی فیصلہ سنایا۔

"واہ بھئی، تم دو دو اور میں اکیلی، یہ تو بے ایمانی ہے" اس نے احتجاج کیا۔

"تو آپ ہم دونوں سے بڑی بھی تو ہیں، آپ تو اکیلی ہی ہم سے مقابلہ کر سکتی ہیں" غفران نے دلیل دی تو اسے ہار ماننی پڑی۔

"چلو ٹھیک ہے، پھر تم لوگ پہلے سٹارٹ لو" وہ تخت پر آلتی پالتی مار کر بچوں کے سامنے بیٹھ گئی۔ سعدیہ بھابھی ان دونوں کی باتیں سنتی، مسکراتے ہوئے رسی پر سے دھلے ہوئے کپڑوں کا ڈھیر اتار رہی تھیں، جبکہ خالہ شاید اندر اپنے کمرے میں تھیں۔

کہتے ہیں ہم سے
وہ ابھی عمر نہیں ہے پیارے
نادان ہیں وہ کیا جانیں
کب کلی کھلی بہار کی
....

غفران اور عدنان نے ملکر جو گانا شروع کیا اسے سن کر اس کی ہنسی چھوٹ گئی، گانے والوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ کیا گا رہے ہیں۔

"سن رہی ہیں بھابھی! اپنے سپوتوں کے خیالات" اس نے ہنسی کے دوران ہی بھابھی کو مخاطب کیا وہ خود بھی مسکرا رہی تھیں۔

"سیریسلی کھیلیں سمیعہ آنٹی! عدنان نے اس کے ہنسنے پر خفگی کا اظہار کیا۔

"اچھا بابا! ناراض نہیں ہو، میں سیریس ہو جاتی ہوں" اس نے اپنی ہنسی پر قابو پایا۔

"ہاں تو آخری حرف کیا ہے تمہارے گانے کا" اس نے گلا کھنکھارتے ہوئے مصنوعی ہنسی کا اظہار کیا۔

"ی۔ ی سے شروع ہونے والا سونگ سنائیں" غفران کا انداز بھی روٹھا روٹھا تھا۔

یہ جو محبت ہے
یہ ان کا ہے کام
محبوب کا بس، جو لیتے ہوئے نام
مٹ جائیں، مر جائیں، ہو جائیں بدنام

سمیعہ بیگم نے بڑے جذب سے گانا شروع کیا تھا، انہماک اتنا تھا کہ معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ کب افنان اپنے کمرے سے نکل کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"یہ کیا طوفان بدتمیزی ہے، کچھ خیال نہیں کہ مغرب کا وقت ہونے والا ہے، میں اندر تلاوت کر رہا ہوں، امی تسبیحات پڑھ رہی ہیں اور یہاں بے سرے راگ الاپے جا رہے ہیں" وہ خونخوار نظروں سے دیکھتا اس کے عین سر پر کھڑا تھا۔ سمیعہ کی آواز حلق میں ہی پھنس کر رہ گئی۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ افنان اس وقت گھر میں موجود ہے۔

"سمیعہ کو کوئی قصور نہیں، یہ تمہارے شیطان بھتیجوں نے ہی اس بیچاری کو اپنے گیم میں شامل کیا ہے" سعدیہ بھابھی اس کی سٹی گم ہوتے دیکھ کر اس کی مدد کیلئے آگے بڑھیں۔

"ضروری تو نہیں ہے کہ بندہ بچوں کے ساتھ خود بھی بچہ بن جائے، بچے تو نادان ہوتے ہیں، بڑوں کا فرض ہوتا ہے انہیں اچھے برے کی تمیز سکھائیں، لیکن یہاں تو خود بڑوں کو کسی بات کی تمیز چھو کر نہیں گزری تو بچوں کو کیا خاک سکھائیں گے" وہ زہر اگل کر تن فن کرتا واپس اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ذلت کے شدید احساس سے دوچار سمیعہ بھرائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ساکت بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔

"افنان تو بس جذباتی ہی ہو جاتا ہے، تم دل پر مت لو اس کی باتوں کو" سمیعہ کو بھابھی نے دلاسہ دینے کی کوشش کی لیکن اسکے آنسوؤں کو تو جیسے بہنے کا بہانہ مل گیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں، خالہ جو افنان کی بلند آواز پر اپنے کمرے سے باہر نکل آئی تھیں تیزی سے اس کی طرف لپکیں۔ بڑی مشکلوں سے انہوں نے اور سعدیہ بھابھی نے ملکر اسے چپ کروایا۔ وہ چپ تو ہو گئی لیکن پھر مزید وہاں رکنے پر تیار نہیں ہوئی۔ ان دونوں کے بے حد اصرار پر بھی وہ رات کے کھانے پر رکنے کے بجائے گھر لوٹ گئی۔

☆☆☆

"افنان! ذرا تم میرے کمرے میں آؤ" رات کے کھانے کے بعد جب وہ سب اپنے اپنے کمروں کا رخ کر رہے تھے اماں نے اسے آواز دی، وہ اس طلبی کی وجہ سمجھتے ہوئے ان کے پیچھے ہی ان کے کمرے میں چلا آیا۔ اماں نے اپنے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے اسے بھی ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب ہی بیٹھنے کا حکم دیا، کچھ دیر

دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی پھر اماں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"میں نے تمہیں سمیعہ کے سلسلے میں بات کرنے کیلیے بلایا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہارا سلوک دن بدن اس کے ساتھ خراب ہوتا جا رہا ہے، اکثر تم اسے بلاوجہ ہی جھڑک دیتے ہو، آخر کیا وجہ ہے کہ تم اس سے اتنا چڑتے ہو؟"

"مجھے اس کے طور طریقے پسند نہیں ہیں، جب دیکھوں بچوں کے ساتھ ملکر اودھم مچا رہی ہوتی ہے مزاج میں لاپرواہی اتنی ہے کہ ڈھنگ سے دوپٹہ اوڑھنے کا ہوش ہو رہتا، گفتگو کا سلیقہ نہیں ہے، ایسی لڑکی کو دیکھ کر مجھے غصہ نہیں آئے گا تو اور کیا ہوگا؟"

افنان بھی بھرا بیٹھا تھا فوراً ہی اس کی برائیاں گنوانے لگا البتہ ماں کے لحاظ میں یہ نہ بتا سکا کہ اسے سب سے زیادہ چڑ سمیعہ پر ہر وقت چھائے رومینٹک موڈ سے آتی ہے۔

"یہ کوئی اتنی بڑی باتیں نہیں جن پر اس قدر ناراض ہوا جائے، سمیعہ ابھی کم عمر ہے اور اکلوتی ہونے کی وجہ سے سب کی لاڈلی بھی، وقت کے ساتھ ساتھ اس کا یہ لاابالی پن ختم ہو جائے گا۔ اگر تمہیں یہ سب برا لگتا ہے تو کبھی آرام سے بیٹھ کر پیار سے اسے سمجھاؤ، غصے کے بجائے پیار کی بات زیادہ اثر کرتی ہے" اماں کے مشورے پر افنان سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا، ان سے کیا کہتا کہ اتنی بے نیازی اور غصہ برتنے پر سمیعہ بیگم کا یہ حال تھا اگر جو ذرا سی نرمی اور پیار کی جھلک بھی دکھ جاتی تو جانے وہ کیا گل کھلاتی۔

"دیکھو بیٹا!" "سمیعہ اگر محض تمہاری کزن ہوتی تو مجھے اتنی فکر نہیں ہوتی لیکن وہ تمہاری منکوحہ ہے، ابھی سے تم دونوں کے درمیان اتنی ٹھنی ہوئی تو آگے جا کر کیسے نبھا کرو گے۔ نکاح کوئی معمولی بندھن نہیں کہ میں تمہارے انداز میں سمیعہ کیلیے ناپسندیدگی دیکھ کر اس رشتے کو ختم کر دوں، پھر یہ بھی نہیں کہ میں نے زور زبردستی سے تمہارا نکاح اس سے کروایا ہو، سمیعہ سے میری محبت اپنی جگہ لیکن رشتہ جوڑنے سے پہلے بہرحال میں نے تمہاری رضامندی لی تھی" اماں کی باتیں سن کر افنان کو اس وقت کی سمیعہ یاد آ گئی جب اماں نے اس سے سمیعہ کے بارے میں رائے لی تھی، میٹرک کی طالبہ سمیعہ، کچھ شرمائی شرمائی رہنے والی خاموش طبیعت لڑکی تھی۔ گھریلو امور میں اپنی ہم عمر دیگر لڑکیوں کے مقابلے میں بہت زیادہ دلچسپی لیتی تھی۔ افنان کو اپنی شریک حیات کے طور پر وہ مناسب لگی تھی لیکن نکاح کے کچھ عرصے بعد سمیعہ کے رنگ ڈھنگ بدلنے لگے تھے۔ وہ مسلسل اس کوشش میں رہتی تھی کہ کسی طرح افنان کو اپنی طرف متوجہ کر سکے اور افنان اس بات سے بری طرح چڑ جاتا تھا۔

"اماں، آپ بے فکر رہیں۔ میں پہلے بھی اس رشتے پر راضی تھا اور اب بھی مجھے اس سے انکار نہیں ہے، اس گھر میں آپ کی بھانجی کے سوا کوئی دوسری لڑکی میری بیوی بن کر ہرگز نہیں آئے گی۔ لیکن بس آپ ذرا خود ہی اس کی عادتیں سدھار لیں تو بہتر ہے ورنہ بعد میں مجھ سے شکوہ نہیں کیجیئے گا۔" اماں کی باتوں سے افنان کو اندازہ ہوا کہ وہ کن اندیشوں کا شکار ہیں اس لیے انہیں تسلی دیتے ہوئے آخر میں زیر لب مسکراتے ہوئے انہیں چھیڑنے کے لیے بولا۔

"ارے رہنے دو تم اپنی یہ دھمکیاں، میرے ہوتے ہوئے میری بھانجی کو کوئی ٹیڑھی نظر سے بھی نہیں دیکھ سکتا" اماں فوراً ہی جوش میں آ گئیں۔

"یا.... ہمارے گھر میں یقیناً تاریخ کی کوئی مثالی کہانی رقم ہونے والی ہے جس میں ساس اور بہو کے گٹھ جوڑ سے بیچارے مرد پر مظالم ڈھائے جائیں گے" وہ بیچارگی میں بولا تو اماں ہنسنے لگیں۔ افنان کا بھی یہی مقصد تھا کہ وہ اپنی پریشانی سے نکل آئیں البتہ وہ خود اندر سے پریشان تھا، سمیعہ کیلیے اس کے دل میں ہر گزرتے دن کے ساتھ ناپسندیدگی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

☆☆☆

قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنا جائزہ لیا، رائل بلیو چوڑی دار پائجامے کے ساتھ گرے کرتا اور گہرے ہی بڑا سادو پٹہ اس کے متناسب جسم پر بے حد اٹھ رہا تھا۔ کرتے اور دوپٹے پر رائل بلیو رنگ کے دھاگے اور کٹ دانے سے کیے گئے نازک سے کام نے کپڑوں کی رونق بڑھادی تھی، پھر یہ تھا کہ وہ تیار بھی بہت اہتمام سے دل لگا کر ہوئی تھی۔ کانوں میں رائل بلیو نگوں والی چھوٹی جھمکیاں، ہاتھوں میں گرے اور رائل بلیو میچنگ کی نازک سی کانچ کی چوڑیاں اور چہرے پر قدرے شوخ میک اپ، بال اس نے آگے سے محض پنیں لگا کر یوں ہی کھلے چھوڑ دیے تھے، پشت پر لہراتے ریشمی بالوں نے اس کی تیاری کو چار چاند لگا دیے تھے۔

"اوہو، بڑی تیاریاں کی گئیں ہیں، کتنوں کے ہوش اڑانے کا ارادہ ہے آج؟" وہ ابھی آئینے کے سامنے ہی کھڑی تھی کہ راحیلہ چلی آئی اور اس کی تیاری کو دیکھتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"کتنوں کو جانے دو، یہاں ایک ہی قابو میں آ جائیں تو بہت ہے" وہ کچھ ناامیدی سے بولی۔

"اچھا تو یہ معاملہ ہے، موصوف تشریف لائے ہوئے ہیں اس لیے تیاری کا یہ عالم ہے"

راحیلہ نے جھٹ اندازہ لگایا تو اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور بتانے لگی۔

"کل رات ہی آئے ہیں۔ سعدیہ بھابھی نے خاص طور پر خط لکھ کر اصرار کیا تھا کہ نادیہ کی شادی میں شرکت ضرور کرنی ہے اس لیے جناب دو دن کی چھٹی لے کر آگئے ہیں"

"چلو بھابھی کے بہانے تمہارا ہی بھلا ہو گیا" راحیلہ نے اسے چھیڑا اور اس کے سراپا کا تنقیدی جائزہ لینے لگی

"پازیب کیوں نہیں پہنے، چوڑی دار پائجامے پر تو پازیب بہت اچھے لگتے ہیں" بالآخر اس نے سمیعہ کی تیاری میں ایک سقم نکال ہی لیا۔

"میرے پاس ہے ہی نہیں" اس نے اپنی مجبوری بیان کی۔

"کوئی مسئلہ نہیں میرے پاس ہیں" راحیلہ نے جواب دیا اور پلک جھپکتے ہی اپنے گھر جا کر سلور رنگ کی پازیبوں کی خوبصورت جوڑی لے آئی۔

"بس اب ٹھیک ہے" پازیب سمیعہ کے پیروں کی زینت بننے کے بعد اس نے اطمینان کا اظہار کیا۔ اور پھر مزید ایک دو تعریفی کلمات اس کی تیاری کو سراہنے کیلئے ادا کرنے کے بعد اپنے گھر روانہ ہو گئی، اس کے جانے کے بعد وہ امی کے کمرے میں آئی، وہ تیار بیٹھی تھیں۔

چلیں امی؟ اس نے ان سے پوچھا۔

"چلتے ہیں، تمہاری خالہ نے کہلوایا ہے کہ وہ لوگ ہمیں لیتے ہوئے جائیں گے۔ عرفان، سعدیہ، اور بچے تو پہلے ہی سے وہاں ہیں۔ اس لیے الگ الگ ٹیکسیاں کر کے جانے سے بہتر ہے کہ ہم سب ایک ساتھ ایک ہی ٹیکسی میں چلیں" امی نے اسے جواب دیا تو وہ خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر انتظار کرنے لگی، پانچ منٹ بعد ہی دروازے پر ہارن سنائی دیا، ساتھ ہی ابو کی آواز بھی سنائی دی۔

"سمیعہ، رافعہ آ جاؤ بھئی افنان گاڑی لے کر آ گیا ہے"

امی اور وہ اس آواز پر باہر نکلیں، دروازے کے سامنے ٹیکسی کے بجائے سفید رنگ کی ایک مہران کھڑی تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر افنان بیٹھا تھا۔ سمیعہ کی اس سے نظر ملی تو اندازہ ہوا کہ وہ بغور اسی کی طرف دیکھ رہا ہے، اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ یعنی آج کی تیاری نے اثر دکھایا تھا اور افنان صاحب اس کی طرف متوجہ ہو ہی گئے تھے۔ وہ خوشی سے دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالتی امی اور خالہ کے ساتھ گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھ گئی، ابو گھر کا دروازہ لاک کرنے کے بعد افنان کے ساتھ والی نشست پر آ کر بیٹھ گئے تو اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"افنان کے دوست کی گاڑی ہے، کہنے لگا کہ کہاں ٹیکسی

کے چکر میں خوار ہوتے رہیں گے۔ اسی لیے دوست سے اس کی گاڑی لے آیا، گھر کی گاڑی تو عرفان کے پاس ہے“ خالہ نے امی سے استفسار کے جواب میں تفصیل بتائی۔ اگلی نشست پر بیٹھے ابو نے بھی افنان کے ساتھ کوئی قصہ چھیڑ رکھا تھا۔ سمیعہ کو دونوں طرف ہونے والی گفتگو میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اسے تو اس بات سے بیزاری ہو رہی تھی کہ عین ڈرائیونگ سیٹ کے پیچھے بیٹھنے کی وجہ سے وہ افنان کو بالکل نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ بیک ویو مرر بھی ایسے زاویے پر سیٹ تھا کہ اس میں افنان کا عکس قطعی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے راستہ ختم ہوا اور وہ لوگ شادی ہال تک پہنچے، امی اور خالہ تو جھٹ پٹ اتر کر اندر کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ابو کو بھی اپنے کوئی جاننے والے دکھائی دیے تو وہ اس طرف لپک گئے۔ سمیعہ نے گاڑی چھوڑنے میں کچھ سست روی کا مظاہرہ کیا تھا اس لیے وہ جانے والوں میں سب سے پیچھے تھی۔

”سمیعہ! بات سنو“ گاڑی سے اتر کر وہ ابھی بمشکل دو قدم ہی چلی تھی کہ افنان نے اسے پکارا۔ سمیعہ کا دل اس پکار پر دھک سے رہ گیا۔ وجود سے سرشاری سی دوڑی کہ چلو اس پتھر میں بھی چونک لگی۔

”یہ حلیہ کیا بنا رکھا ہے تم نے اپنا؟ معلوم بھی ہے کہ مکس گیدرنگ ہے اور اس کے باوجود اتنا سج سنور کر آ گئی ہو“ اس کے الفاظ نے سمیعہ کی ساری خوش گمانیوں پر پانی پھیر دیا۔ ادھر وہ اس کی کیفیت سے بے خبر اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔ ”ٹھیک ہے تمہارے بال بہت اچھے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی یوں سر عام نمائش کی جائے۔ اور یہ اس گزوں لمبے دوپٹے کا کیا مقصد ہے جب اسے ڈھنگ سے اوڑھنے کی بجائے مفلر کی طرح کندھے پر لٹکا لیا جائے۔“ اندر جاؤ اور بال باندھ کر ڈھنگ سے دوپٹہ اوڑھو“ تنقید کا مرحلہ طے کرنے کے بعد اس نے احکامات جاری کیے تو سمیعہ نے اندر ہی اندر کھولتے ہوئے قدم آگے بڑھائے۔

”اور ہاں سنو“ افنان کی پکار پر اسے ایک بار پھر اپنے قدم روکنے پڑے۔

”اس بیہودہ چیز کو بھی فوراً اتار دو۔ اس کی چھن چھن سے تو نہ متوجہ ہونے والا بھی تمہاری طرف متوجہ ہوگا“ اس کا اشارہ سمیعہ کے پیروں میں موجود پازیبوں کی طرف تھا۔ سمیعہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے تحقیر میں لپٹا یہ حکم بھی سنا اور تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئی۔ اتنے ارمانوں سے کی گئی تیاری پر افنان کے اس ردعمل نے اس کے دل کو شدید ٹھیس لگائی تھی۔

☆☆☆

”سر آپ کا پارسل آیا ہے۔ میں نے آپ کے بیڈروم میں رکھ دیا تھا“ افنان کو لگا کہ اسے یہ اطلاع دیتے ہوئے بیٹ مین کے ہونٹ مسکرانے کیلئے مچلے جا رہے ہیں وہ اسے طرح دیتا ہوا اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ گیا۔ مگر ذہن میں یہ سوال ضرور تھا کہ پارسل کس نے اور کیوں بھیجا۔ بیڈروم میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر سائڈ ٹیبل پر رکھے سرخ گلابوں کے بکے اور خوبصورت پیکنگ میں موجود پارسل پر پڑی۔ بے ساختہ ہی اس نے کیلنڈر کی طرف دیکھا۔ 14 فروری، یہ نہ تو اس کی تاریخ پیدائش تھی اور نہ ہی کوئی اہم واقعہ اس تاریخ کو اس کی زندگی میں پیش آیا تھا۔ وہ کچھ الجھ سا گیا پھر یکدم ہی اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا 14 فروری، ویلنٹائن ڈے، اب اسے جاننے میں کوئی دقت نہیں تھی کہ یہ سب کس نے اور کیوں بھیجے ہیں۔ پھر بھی اس نے آگے بڑھ کر تصدیق ضرور کی، بکے پر لگے چھوٹا سے وش کارڈ ویلنٹائن ڈے کی مناسبت تھا۔ اندر سمیعہ صاحبہ کا نام لکھا تھا اس نے پارسل پر چڑھا خوبصورت گفٹ پیپر بے دردی سے پھاڑا، اس میں سے پرفیوم کی بوتل نکلی، افنان کا موڈ خراب ہونے لگا، اس وقت دروازے پر دستک دے کر بیٹ مین اندر آیا، وہ حسب معمول شام کی بجائے ٹرالی سجا کر لایا تھا۔

”سر یہ کیک بھی اس پارسل کے ساتھ ہی آیا تھا“ ٹرالی میں رکھے ہارٹ شیپ کے کیک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے افنان کو مطلع کیا۔ اس وقت بھی اس کے

ہونٹوں پر پل بھر کو اس مسکراہٹ نے اپنی چھب دکھائی تھی جسے دیکھ کر افنان پہلے تو الجھ گیا تھا لیکن اب وہ اس مسکراہٹ کا مفہوم سمجھ سکتا تھا۔ اسے لگا کہ اس کا خون رگوں میں کھول رہا ہو، یہ کھولن ایسی نہیں تھی کہ وہ خاموشی سے برداشت کر جاتا۔ بیٹ مین کو باہر جانے کا اشارہ کرتے اس کے ہاتھ ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

"سمیعہ، افنان کا فون ہے تمہارے لیے" امی کی اس اطلاع پر اس کا دل بے طرح دھڑکا۔ راحیلہ کے مشورے پر کوریئر سروس سے افنان کو ویلنٹائن ڈے وش کرنے کیلئے تحائف تو بھیج دیے تھے لیکن صبح سے جلے پیر کی بلی کی پورے گھر میں بے چین پھر رہی تھی۔ نادیہ کی شادی والے دن افنان نے جو سلوک کیا تھا اس کے بعد وہ شاید ایسی کوئی جرات ہرگز نہ کر پاتی لیکن راحیلہ اور اس کی دوسری دوستوں نے اس سارے قصے کو سن کر کہا" بیوقوف! یہ تو افنان بھائی کی تم سے محبت کا ثبوت ہے، مرد جس لڑکی سے محبت کرتے ہیں اس کے بارے میں بہت پوزیسو ہوئے ہیں۔ افنان بھائی کو اچھا نہیں لگا ہوگا کہ کوئی اور تمہارے ہوش ربا روپ کو دیکھ کر اپنی آنکھیں سینکے اس لیے انہوں نے تمہیں ڈانٹا، لیکن تم تو اتنی احمق ہو کہ محبت کے اس انداز کو سمجھتی ہی نہیں، بس ہروقت شکوے کرتی رہتی ہو" سمیعہ کو یہ باتیں سن کر لگا کہ واقعی اس نے غلطی اس کی تھی۔ اس لیے جب فروری کے مہینے کی آمد کے ساتھ اسے افنان کو ویلنٹائن ڈے وش کرنے کا مشورہ ملنے شروع ہوئے تو وہ ڈرتے ڈرتے ہی سہی اس مشورے پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوگئیں۔

پرفیوم ایک دوست نے اپنے بڑے بھائی سے منگوا کر دیا کہ وہ لوگ خود تو اس معاملے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتی تھیں۔ بکے اور کیک کا آرڈر وہ، راحیلہ کے ساتھ جا کر اس مشہور کوریئر سروس کی کیٹلاگ کو دیکھ کر دے آئی جس سے پرفیوم بھجوایا جا رہا تھا۔ ایک رومینٹک نظم یا غزل والے وش کارڈ کے آئیڈیے پر البتہ وہ دوستوں کے تمام تر اصرار کے باوجود عمل نہیں کر سکی تھی۔ اور اب ردعمل میں افنان کا فون آ گیا تھا تو اس کے پاؤں پھولے جا رہے تھے۔ نکاح کے بعد جو عرصہ گزر رہا تھا اس میں بطور خاص افنان نے بھی اسے کوئی فون نہیں کیا تھا۔ حالانکہ گھر والوں کی طرف سے کوئی پابندی بھی نہیں تھی۔ کبھی کبھار اگر وہ اتفاق سے کال ریسیو کر لیتی تو افنان مختصر سلام دعا اور حال احوال پوچھ لیتا تھا لیکن اب جو یہ خصوصی کال آئی تھی وہ اسے کسی امتحان کے نتیجے کی مانند لگ رہی تھی بلکہ امتحان کے نتیجے کے بارے میں تو پھر بھی بندہ کچھ نہ کچھ اندازہ قائم کر ہی لیتا ہے لیکن افنان کے ردعمل کے بارے میں وہ سوائے خوش گمانی پالنے کے کوئی اندازہ نہیں لگا سکتی تھی۔

"السلام علیکم!" ریسیور کان سے لگا کر وہ بہت دھیمی آواز میں ماؤتھ پیس میں بولی تھی۔

"وعلیکم السلام!" یہ کیا تماشا رچایا جا رہا ہے؟" جواباً ریسیور میں تیز، غصے سے بھرپور آواز گونجی۔ افنان کے غصے کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا تھا کہ اس نے سلام کا جواب بھی مکمل دینے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"اتنا آکورڈ فیل کیا میں نے اپنے بیٹ مین کے سامنے۔ آخر تم اپنی اس سستی جذباتیت سے نکل کیوں نہیں آتیں؟" اس کی طرف سے کوئی جواب سنے بغیر وہ اس پر برس رہا تھا۔

"آکورڈ فیل کرنے کی بات ہے، وہ سب آپ کو آپ کی کسی گرل فرینڈ نے تو نہیں بھیجا تھا۔ منکوحہ ہوں میں آپ کی" افنان کی ڈانٹ سن کر اسے غصہ ہی تو آ گیا اس لیے جل بلا کر بولی۔ ایک تو اسے وہ سب بھجوانے میں اس کی کئی ماہ کی جمع شدہ پاکٹ منی ٹھکانے لگ گئی تھی اور اس پر موصوف کے نخرے ہی نہیں مل رہے تھے۔

"منکوحہ ہو تو کیا تمہیں ہر الٹا سیدھا کام کرنے کا پرمٹ مل گیا ہے؟ دین، دنیا کی کچھ عقل سمجھ نہیں، چلی

ہیں کافروں کی نقالی میں ویلنٹائن ڈے منانے، اگر ہر وقت ڈی وی کے سامنے بیٹھ کر الٹے سیدھے چینلز پر دکھائے جانے والے گمراہ کن فلمیں، ڈرامے اور شوز دیکھنے کے بجائے کبھی بیٹھ کر قرآن، حدیث کا مطالعہ کر لو تو تمہاری بگڑی عادتیں سدھر جائیں" وہ حسب عادت طعنے بازی پر اتر آیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں ہوں گمراہ اور بے دین، آپ اپنے لیے کوئی اچھی سی دین دار لہر کی تلاش میں خالہ کو بتادونگی کہ آپ کو میرا ساتھ قبول نہیں" رندھی ہوئی آواز میں افنان کو جواب دے کر اس نے جھٹکے سے فون بند کر دیا اور اپنے کمرے کی طرف دوڑ گئی۔ دل بری طرح دکھا تھا سو تکیے میں سر دیے بڑی دیر تک چھکوں پھکوں روتی رہی۔

☆☆☆

"میں خالہ کو بتادونگی کہ آپ کو میرا ساتھ قبول نہیں" سمیعہ کی یہ بات فوری طور پر تو اس پر اثر انداز نہیں ہوئی تھی کہ اس وقت غصے کی شدت تھی لیکن اب وہ پریشان ہو رہا تھا کہ واقعی اگر اس نے اپنے کہے پر عمل کر ڈالا تو اماں کا سامنا کیسے کریگا۔ ابھی بہت زیادہ طویل عرصہ تو نہیں گزرا تھا اماں کے ساتھ اس گفتگو کو ہوئے جس میں انہوں نے اسے سمیعہ کے ساتھ سلوک کے حوالے سے ٹوکا تھا۔ اس وقت اس نے واضح طور پر اماں کو یہ یقین دہانی کروائی تھی کہ اسے اپنے اور سمیعہ کے رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔ ایسے میں اگر اس کی طرف سے یہ بات بہ زبان سمیعہ اماں تک پہنچتی کہ اسے سمیعہ کا ساتھ قبول نہیں تو اماں کو بہت دکھ پہنچتا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ افنان جانتا تھا کہ اماں اپنی لاڈلی بھانجی کے بیان پر یقین کرنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگائے گی۔ اور نتیجہ اسے اماں سے ملنے والے نصیحتوں بھرے لیکچر کے علاوہ کچھ نہیں نکلے گا۔ پھر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ تھی کہ اسے بطور شریک حیات سمیعہ کی ذات پر کوئی اعتراض بھی نہیں تھا۔ بس وہ یہ چاہتا تھا کہ سمیعہ اپنے طور اطوار میں تھوڑی سی تبدیلی لے آئے۔ خوب سوچ بچار کے بعد اس نے سمیعہ کو دوبارہ فون کرنے کا فیصلہ کیا۔ نمبر ملاتے ہوئے وہ مسلسل یہ دعا کرتا رہا کہ فون سمیعہ ہی اٹھائے۔ خالہ سے اسے جھجک محسوس ہو رہی تھی کہ اگر انہوں نے فون اٹھایا تو کیا سوچیں گی کہ یہ ایک ہی دن میں چند گھنٹوں کے وقفے سے اسے دوبارہ فون کرنے کی کیا سوجھی۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور دوسری طرف سے سمیعہ کی مدھم سی "ہیلو" سنائی دی۔

"ہیلو سمیعہ، میں افنان بول رہا ہوں، سوری یار میں تم سے کچھ سخت لہجے میں بات کر گیا، تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے ان فضول قسم کے رسم و رواج سے کتنی چڑ ہے اس لیے غصہ آ گیا تھا۔ لیکن پلیز تم اماں سے کوئی الٹی سیدھی بات مت کرنا اور ہاں آئندہ ایسی کوئی غلطی بھی نہ کرنا" اس نے جلدی جلدی اپنی بات کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔ دوسری طرف سمیعہ گنگ تھی کہ اسے کیا سمجھے۔ عجیب حکمیہ سی معذرت تھی، شاید اس کی دھمکی کی وجہ سے مجبوری کے تحت کی گئی تھی۔ بہر حال جو بھی تھا سمیعہ اپنی اس دھمکی پر عمل پیرا ہونے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔ ایک طرف افنان کی محبت تھی تو دوسری طرف ایسی احمق بھی نہیں تھی کہ نکاح جیسے بندھن کی اہمیت کو نہ سمجھتی کہ یوں پل بھر میں اسے ختم کرنے کا مطالبہ کر ڈالتی

☆☆☆

معمولی تبدیلیوں کے ساتھ وقت اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔ سمیعہ کا فورتھ ایئر شروع ہو گیا تھا۔ افنان کے بارے میں سنا تھا کہ ایبٹ آباد پوسٹنگ ہونے والی ہے۔ سعدیہ بھابھی کے ہاں تیسرے بچے کی آمد آمد تھی۔ پھر ایک دن انہیں ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروانے کا مرحلہ بھی آ پہنچا۔ غفران اور عدنان اس عرصہ میں سمیعہ کی ذمہ داری بن گئے۔ امی، خالہ کی مددگار بنی ہاسپٹل میں ان کے ساتھ ہی ہوتیں۔ عرفان گھر، ہاسپٹل اور آفس کے درمیان گھن چکر بنے رہتے، دو بیٹوں کے بعد ملنے والی بیٹی کی خوشی البتہ اس سارے اپ سیٹ معمول پر حاوی تھی اس لیے ہر فرد بخوشی اپنے حصے کی ذمے داریاں ادا کر رہا تھا۔ سمیعہ بھی

پوری ذمے داری سے اپنے حصے کے کام انجام دے رہی تھی۔ آج بھی اس نے صبح اٹھ کر بچوں کو ناشتہ کروا کر اور انہیں تیار کر کے اسکول بھجوایا تھا۔ ابو اور عرفان بھائی کے ناشتے کے ساتھ ساتھ ہاسپٹل لے جانے کیلئے بھی ٹفن تیار کیا تھا اور پھر پھرتی سے گھر کی صفائی ستھرائی کے ساتھ، دوپہر کے کھانے کا انتظام کرنے کے بعد خالہ کے گھر جانے کیلئے تیار تھی۔ شنید تھی کہ آج سعدیہ بھابھی کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا جائے گا اس لیے وہ چاہتی تھی کہ ان لوگوں کے آنے سے قبل خالہ کے گھر کی صفائی بھی اچھی طرح کر دے۔ بچوں کے اسکول سے واپس لوٹنے میں ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا۔ اس عرصے میں وہ اپنا کام باآسانی نمٹا سکتی تھی۔ چنانچہ خالہ کے گھر کی چابیاں لے کر اپنے گھر کو بند کر کے وہاں جا پہنچی۔ صفائی کا آغاز اس نے سعدیہ بھابھی کے کمرے سے کیا تھا۔

یہاں سے فارغ ہو کر وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ ڈور بیل بجنے لگی۔ اس نے جا کر دروازہ کھولا۔ سامنے افنان کھڑا تھا۔ اس کے دروازہ کھولنے پر وہ اندر چلا آیا۔

سمیعہ نے پلٹ کر ایک بار پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ اس وقت وہ افنان کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔

"گھر میں تمہارے علاوہ کوئی نہیں ہے؟" افنان نے گھر میں پھیلے ہوئے سناٹے کو محسوس کر کے اس سے پوچھا۔

"بچے اسکول اور باقی لوگ ہاسپٹل میں ہیں۔ کیا آپ کو عرفان بھائی کی بیٹی کی اطلاع نہیں ملی؟" افنان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے اس سے پوچھا۔

"وہ تو کل ہی عرفان بھائی نے فون پر مجھے بتا دیا تھا۔ آج آیا بھی میں اسی وجہ سے ہوں ورنہ اس وقت چھٹی ملنا کوئی آسان بات نہیں تھی" اس نے سمیعہ کی بات کا جواب دیا لیکن انداز سے صاف ظاہر تھا کہ کسی الجھن کا شکار ہے۔ آخر اس کی یہ الجھن زبان پر آ ہی گئی۔ وہ قدرے جھجکتے ہوئے سمیعہ سے بولا۔

"میرا خیال ہے تم واپس اپنے گھر چلی جاؤ، یوں تنہا ہم لوگوں کا ایک جگہ ...."

اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ سمیعہ کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"کیوں" کیا ڈر لگ رہا ہے مجھ سے؟

"بات ڈرنے کی نہیں احتیاط کی ہے۔ اصولاً تو تمہیں خود ایک لڑکی ہونے کے ناطے اس بات کا احساس ہونا چاہیے تھا کہ تنہائی میں ایک مرد کے ساتھ رکنے کے بجائے فوراً یہاں سے چلی جاتیں اور اب جب میں احساس دلا رہا ہوں تو میری بات کو سنجیدگی سے لینے کے بجائے میرا مزاق اڑا رہی ہو" افنان اس کے انداز پر حسب توقع تپ گیا تھا، لیکن اس نے اثر نہیں لیا، کئی ماہ گزر جانے کے باوجود ابھی ویلنٹائن ڈے پر ہونے والی اپنی بے عزتی کا غم دل سے مٹا نہیں تھا اس لیے وہ افنان کے ساتھ بہت تلخی سے پیش آ رہی تھی۔ اس وقت بھی اس کی بات سن کر تلخی سے بولی۔

"اتنی احتیاط تو تب کروں نا جب مجھے آپ کے مرد ہونے کا احساس ہو"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" افنان کے چہرے پر سرخی چھا گئی۔

"جو آپ کا دل چاہے سمجھیں" سمیعہ نے یہ سمجھے بغیر کہ وہ افنان کی انا کو چھیڑ بیٹھی ہے بے نیازی سے شانے اچکائے۔ اس کے ذہن میں تو فقط یہی بات تھی کہ لڑکے اپنے منگیتر یا منکوحہ وغیرہ کو جو اسپیشل توجہ دیتے ہیں، رومینٹک جملے بولتے ہیں یا موقع پا کر کوئی چھوٹی موٹی شرارت کر جاتے ہیں افنان نے اسے ان خوشیوں سے قطعی محروم کر رکھا تھا۔ "میں خود کچھ سمجھنے کے بجائے تمہیں سمجھا دوں تو زیادہ بہتر ہوگا" افنان نے سختی سے اس کا ہاتھ پکڑا، اس کا لہجہ جنونی اور آنکھیں خون رنگ ہو رہی تھیں۔ سمیعہ کو بھی خوف سا محسوس ہوا لیکن اپنی اکڑ کو قائم رکھتے ہوئے بولی۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ جنگلی نہ ہوں تو"

"جنگلی کسے کہتے ہیں یہ بھی تم آج جان جاؤ گی" افنان

کا جنون ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا۔ سمیعہ کو اس جنون کی شدت کا اندازہ اس وقت ہوا جب وہ ایک کمزور چڑیا کی طرح پھڑپھڑا کر بے بس ہو گئی۔ اس پل اس نے جانا کہ کسی مرد کی مردانگی کو ثابت کرنے کے جنون میں اپنا انسان ہونا فراموش کر بیٹھتا ہے۔

☆☆☆

"ان گھٹنوں کے درد نے تو مت ہی مار دی ہے۔ اب ایسا بھی بڑھاپا نہیں کہ گھر کے چار کام کرنے جوگی بھی نہ ہوں لیکن یہ درد کچھ کرنے ہی نہیں دیتا" اماں سبزیوں کی ٹوکری اٹھائے تخت پر براجمان ہوتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں بولیں۔ افنان اسی تخت کے ایک کنارے پر گاؤ تکیے کے سہارے نیم دراز آسمان پر اڑتی چیلوں کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ سمیعہ نے اور میری عادتیں خراب کر دی ہیں۔ دن میں کتنی کام بن کہے چپکے سے کر جاتی ہے۔ اب جو وہ کل سے بخار میں پڑی ہے تو مانو مجھے کچھ سوجھ ہی نہیں رہا۔ سعدیہ بیچاری کو خود ابھی دیکھ بھال اور توجہ کی ضرورت ہے۔ مجھ سے گھر کے کام صحیح طرح نمٹتے تو اس کے کیا خاک کام کروں۔ اماں سبزی کاٹتی ہوئی مسلسل بول رہی تھیں۔ مخاطب یقیناً افنان ہی تھا جس کے چہرے کے تاثرات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ان کی باتوں کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔

"تم کیا چیل کووں کی گنتی کرنے کیلئے یہاں آئے ہو؟"

اماں نے اپنی باتوں کے جواب میں اس کی خاموشی پر جھنجھلا کر اسے ٹوکا تو اس نے نظروں کا زاویہ بدل کر ان کی طرف دیکھا۔ اماں کو اس کی آنکھوں میں عجیب سی ویرانی نظر آئی اس لیے کچھ فکر مندی سے لہجے کو نرم کرتے ہوئے پوچھنے لگیں

"کیا بات ہے افنان بیٹا طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟

"اماں، آپ سمیعہ کو رخصت کروا کر یہاں لے آئیں"

اپنی بات کے جواب میں افنان کا یہ جملہ اماں کو بہت عجیب لگا مگر پھر بھی ہنس کو بولیں۔

"اب اتنا بھی نہیں گھبرا گئی ہوں میں گھر کے کاموں سے"

"آج شام میں واپس چلا جاؤں گا، پندرہ دن بعد میری ایبٹ آباد پوسٹنگ ہو جائے گی۔ پوسٹنگ سے پہلے مجھے ایک ہفتہ چھٹی ملے گی۔ آپ خالہ سے بات کر کے ان چھٹیوں میں رخصتی کی تاریخ طے کر لیں" وہ اماں کے جواب سے بے نیاز اپنی ہی کہے جا رہا تھا۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تمہارا، ایسے کھڑے کھڑے پندرہ دن کے نوٹس پر کون لڑکی رخصت کرنے کو تیار ہو جاتا ہے؟ پھر یہ تو نکاح کے وقت ہی طے ہو گیا تھا کہ رخصتی سمیعہ کے بی۔ اے کرنے کے بعد ہوگی۔ اب میں یوں اچانک رخصتی کا مطالبہ لے کر وہاں کیسے پہنچ جاؤں گا؟"

اماں نے ناراضگی سے اسے جواب دیا۔

"بی اے یہاں رہ کر بھی مکمل کیا جا سکتا ہے، ویسے بھی وہ پرائیویٹ ہی تو پڑھ رہی ہے" افنان اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔

"افنان کیا ہو گیا ہے بیٹا! اتنی جلدی کیوں مچا رہے ہو۔ اسی سال کی تو بات ہے، یہاں اتنا عرصہ گزرا ہے وہاں یہ سال بھر گزرنے میں کونسی دیر لگے گی؟ اماں درحقیقت اس کی ضد پر اب کچھ پریشان سی ہو چلی تھیں۔

"آپ سمجھتی کیوں نہیں اماں؟ اگر آپ نے میری بات نہیں مانی تو سچ مچ بہت دیر ہو جائے گی" وہ مضطرب سا ہو کر تخت سے کھڑا ہوا، اماں کا دل کسی انہونی کے احساس سے بری طرح دھڑکا۔

"آپ رافعہ خالہ سے بات کریں اور انہیں سمجھائیں کہ میں فوری طور پر رخصتی چاہتا ہوں، خود سمیعہ کو بھی یقیناً میرے اس فیصلے پر اعتراض نہیں ہوگا" وہ اپنی بات کہہ کر تیز تیز قدموں سے چلتا گھر سے باہر نکل گیا۔ اماں سینے پر ہاتھ رکھے گم صم سی بیٹھی رہیں۔ افنان کے پیچھے کھلا رہ جانے والا بیرونی دروازہ پاگل ہوا کی ٹھوکروں سے بری طرح دھڑ دھڑا رہا تھا۔ اماں نے اٹھ کر دروازے کی کنڈی لگائی، منہ زور ہوا کی زد میں

دروازے کا شور تھم سا گیا۔ کنڈی لگا کر واپس تخت کی طرف پلٹتی، اماں افنان کے مطالبے کو پورا کرنے کے بارے میں غور و خوض کرنے لگیں۔ ان کی جہاندیدہ نگاہوں نے بین السطور لکھا پڑھ لیا تھا۔ افنان کی مضطرب سی خاموشی، سمیعہ کی بیماری بہت کچھ تھا جس سے وہ پس پردہ منظر کو بھی اخذ کر سکتی تھیں۔ اب یہ سب انہیں اپنی بہن کو بھی سمجھانا تھا کہ تلافی کی واحد صورت جو افنان انہیں بتا گیا تھا، اختیار کی جا سکی۔

☆☆☆

''واہ بھئی، بڑے چھپے رستم نکلے یہ افنان بھائی بھی، کہاں تو اتنی بے نیازی تھی اور کہاں بے قراری کا یہ عالم ہے کہ پندرہ دن کے نوٹس پر رخصتی مانگ لی'' راحیلہ کے گھر سمیعہ کی شادی کی تاریخ طے ہونے کی خبر پہنچی تو وہ فوراً ہی دوڑی آئی۔ ''سنا ہے ان کی پوسٹنگ ایبٹ آباد ہونے والی ہے، واہ بھئی کیا عقلمند آدمی ہیں ہنی مون کیلئے الگ سے خرچہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ بیاہ کر تمہیں سیدھے ایبٹ آباد لے جائینگے۔ راحیلہ بہت شوخی سے بول رہی تھی لیکن سمیعہ میں تو جواباً مسکرانے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

''رافعہ آنٹی، میں نے بتا دیا ہے آج سے شادی کے دن تک ہر روز آپ کے آنگن میں ڈھولکی بجے گی، میں نے ساری دوستوں کو خبر کر دی ہے وہ سب بھی بے قرار ہیں ہمیں سمیعہ کی شادی میں ہلہ گلہ کرنے کیلئے'' اسی وقت رافعہ وہاں چلی آئیں تو راحیلہ کی توجہ سمیعہ سے ہٹ کر ان کی طرف ہوگئی۔ ''جو تم لوگوں کا جی چاہے کرنا'' رافعہ نے بجھی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ راحیلہ کو اجازت دی اور سمیعہ کے زرد ویران چہرے کو دیکھنے لگیں۔ بڑی بہن نے دبی زبان میں جو بات انہیں سمجھا کر رخصتی کا مطالبہ کیا تھا، وہ سمیعہ کے چہرے کے زردی سے بہت واضح طور پر سمجھی جا سکتی تھی۔ رافعہ ایک سرد سی آہ بھر کر رہ گئیں۔ کیا ہوا تھا؟ کیوں ہوا تھا؟ غلطی کس کی تھی؟ وہ کوئی ایک بھی سوال بیٹی سے پوچھنے کی ہمت نہیں کر سکی تھیں۔ انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں سمیعہ کے ابو کو اس ایمرجنسی شادی کیلئے قائل کرنے کیلئے بچائی تھیں۔ وہ بہت مشکل سے اس بات پر راضی ہوئے تھے کہ افنان سمیعہ کو اپنے ساتھ ہی ایبٹ آباد لے جانے پر بضد ہے۔ نکاح شدہ بیٹی کی رخصتی سے انکار پر زیادہ اصرار بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن انہیں اس بات کا بے حد دکھ تھا کہ اکلوتی بیٹی کی شادی اس عجلت کی بنا پر اس انداز میں نہیں کر پا رہے جس کا انہوں نے خواب دیکھا تھا۔ دکھ رافعہ کو بھی تھا لیکن عزت کی حفاظت کا جذبہ خواہشوں کی تکمیل پر غالب آگیا تھا۔ وہ بہت ضبط اور وضع داری سے بیٹی کو رخصت کرنے کی تیاریاں کرا رہی تھیں۔

''تمہارے ابو صبح روپے دے گئے تھے کہ تمہیں تمہاری پسند کے کپڑے اور بیڈ شیٹس وغیرہ دلا کر لے آؤں۔ تم تیار ہو جاؤ تو آدھے گھنٹے بعد گھر سے نکل جائینگے'' راحیلہ کو جواب دے کر وہ سمیعہ سے مخاطب ہوئیں تو ان کے چہرے سے وہ پھیکی سی مسکراہٹ بھی غائب ہو چکی تھی۔

''میرے سر میں درد ہے، میں نہیں جا سکتی آپ راحیلہ کو ساتھ لے جائیں'' سمیعہ نے جھکی نظروں کے ساتھ انکار کرتے ہوئے مشورہ دیا۔

''میں چلتی ہوں آنٹی! سمیعہ کی تو واقعی ایسی حالت نہیں کہ مارکیٹ میں زیادہ گھوم پھر سکے۔ دو دن کے بخار نے اسے بری طرح نڈھال کر دیا ہے۔ اچھا ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ آرام کر لے تا کہ شادی تک بالکل فریش ہو جائے گی۔'' راحیلہ نے فوراً ہی سمیعہ کے مشورے کی تائید کرتے ہوئے اپنی خدمات پیش کیں۔

''ٹھیک ہے تم ہی ساتھ چلو، ویسے بھی تم دونوں کو ایک دوسرے کی پسند کا اندازہ ہے'' رافعہ منظوری دیتے ہوئے واپس پلٹ گئیں۔

''میں تیار ہو کر اور امی کو بتا کر ابھی آتی ہوں'' راحیلہ بھی ان کے پیچھے ہی باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد سمیعہ نے نڈھال ہو کر تکیے پر سر رکھتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ امی کے انداز میں

اس کیلئے جو بے گانگی تھی وہ اسے ادھ موا کیے دے رہی تھی۔ جب وہ سامنے آتی تھیں تو کتنا دل چاہتا تھا کہ ان کے سینے پر سر رکھ کر اپنے اندر کی ساری گھٹن اور دکھ بہا ڈالے لیکن ان کی نظروں میں جو شکوہ تھا وہ اسے اپنے آپ میں سمٹ جانے پر مجبور کر دیتا تھا۔ بے بسی کی اس انتہا پر اس کے دل میں موجود افنان سعید کیلئے نفرت کا جذبہ ہر گزرتے دن کے ساتھ تر ہوتا جا رہا تھا، وہی تو تھا جس نے اسے اپنے پیاروں کی نظر میں مجرم بنا دیا تھا۔

☆☆☆

رخصتی کے بعد اولین شب اپنے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے افنان کچھ گھبرایا اور شرمندگی میں مبتلا تھا۔ سمیعہ سے اس ہولناک دن کے بعد آج پہلی بار سامنا ہونے جا رہا تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ اس کا کیا ردعمل ہوگا۔ ردعمل کمرے میں قدم رکھتے ہی سامنے آ گیا۔ ادھر اس نے دروازہ بند کر کے کنڈی چڑھائی ادھر سمیعہ بیگم نے اپنی جگہ چھوڑی۔ جھومر، ٹیکا، نتھ، گلوبند سب کھٹا کھٹ ڈریسنگ ٹیبل پر ڈھیر ہونے لگے۔ افنان کا تو گویا وجود ہی اس کمرے میں نہیں تھا۔ افنان نے ہی ہمت کر کے گفتگو کا آغاز کیا۔

''اس دن جو کچھ ہوا اس کیلئے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ اگرچہ غلطی تمہاری ہی تھی، تمہاری باتوں نے میری مردانہ انا کو اکسایا تھا لیکن بہرحال میں نادم ہوں۔ اپنی اس غلطی کی تلافی کیلئے یوں فٹافٹ رخصتی کا انتظام کیا ہے۔ بہت سے معاملات میں دنیا کے اصولوں کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے کہ بدنامی نہ ہو ورنہ شرعاً تو مجھ پر کوئی حد لاگو نہیں ہوتی'' وہی مغرورانہ سی معذرت تھی جس سے ہمیشہ سمیعہ کو چڑ رہی تھی اور اس وقت تو وہ گویا سے سے پیر تک جھلس اٹھی تھی۔

''بند کریں یہ شریعت کا ذکر، بہت دیکھ رکھا ہے آپ کے نماز، روزے، تلاوت اور قرات کو، ان چیزوں سے دھوکا وہ کھائیں جنہوں نے آپ کا اصل روپ نہ دیکھ رکھا ہو، دنیا چاہے آپ کو کتنا ہی پارسا سمجھے لیکن میں تو آپ کو آپ کے اصل بھیانک روپ میں دیکھ چکی ہوں'' وہ بری طرح پھنکاری۔

''تم میری پارسائی پر ہرگز بھی الزام نہیں لگا سکتیں، دنیا کا کوئی قانون یا شریعت اپنی منکوحہ بیوی کیلئے مجھ پر الزام نہیں لگا سکتا'' افنان تن کر کھڑا ہوا ''اچھا تو اس وقت آپ کو یہ بات یاد تھی کہ میں آپ کی منکوحہ ہوں؟'' سمیعہ نے طنز سے پوچھا۔ افنان ٹھٹک سا گیا۔

''نہیں افنان سعید صاحب۔ آپ کو اس وقت یہ بات ہرگز بھی یاد نہیں تھی، آپ نے جس جنون میں میرے ساتھ وہ سلوک کیا وہ آپ کو جائز اور ناجائز میں فرق دکھا ہی نہیں سکتا۔ آپ نے جو کچھ کیا فقط اپنی انا کی تسکین کیلئے اور اپنی انا کی تسکین کے لیے کسی عورت کو پامال کرنے والا شخص ہرگز بھی پارسا کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ خواہ پامال ہونے والی وہ عورت اس کی جائز قانونی وشرعی بیوی ہی کیوں نہ ہو''

سمیعہ نے گویا اسے آئینہ دکھایا تھا، افنان جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔ سمیعہ پلٹ کر ہاتھوں سرخ و سنہری کانچ کی چوڑیاں بے دردی سے اتار اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پر ڈھیر کرتی رہی۔ افنان سمیعہ کے تیوروں سے اپنی آئندہ زندگی کا نقشہ بخوبی سمجھ سکتا تھا۔

☆☆☆

''یہ کیا سن رہی ہوں میں'' تم سمیعہ کو اپنے ساتھ ایبٹ آباد نہیں لے جا رہے؟ وہ اپنے کپڑے بیگ میں ٹھونس رہا تھا کہ اماں بگڑے تیوروں کے ساتھ چلی آئیں۔

''آپ سنی سنائی کی تصحیح کر لیں، مجھے سمیعہ کو ایبٹ آباد ساتھ لے جانے سے انکار نہیں وہ خود ہی میرے ساتھ نہیں جانا چاہتی'' افنان نے اپنے کام کو جاری رکھتے ہوئے جواب دیا تو اماں اس کا جائزہ لینے لگیں۔ کہیں بھی تو چہرے پر اس رنگ کی جھلک نہیں تھی جو نئی زندگی شروع کرنے والے فرد کی خوشی کی ترجمانی کرتا ہے'' انہوں نے سمیعہ کو آواز دی۔

''جی خالہ'' وہ سعدیہ بھابھی کی بیٹی کو گود میں اٹھائے

چلی آئی۔ انہوں نے اس کا جائزہ لیا، سونی کلائیاں، میک اپ سے مبرا چہرہ، کاٹن کا عام سا سوٹ وہ کہیں سے بھی تو چند دن کی بیاہتا نہیں لگ رہی تھی۔

"کچھ پہن اوڑھ کر، سج سنور کر رہا کرو بیٹا، یہ کیا اجاڑ صورت بنا کر گھومتی رہتی ہو۔" وہ اصل معاملہ بھول کر اسے اسکے حلیے پر ٹوکنے لگیں۔

"افنان کو میں ایسے ہی ٹھیک لگتی ہوں خالہ، نادیہ کی شادی پر آپ کو یاد ہوگا کہ میں نادیہ کی شادی پر بہت بن سنور کر گئی تھی۔ اس وقت افنان نے مجھے بہت ڈانٹا تھا۔ اس دن کے بعد سے میں نے توبہ کرلی تھی کہ آئندہ ایسا کچھ نہیں کرنا" وہ بہت اطمینان سے اپنے حلیے کی وضاحت دے رہی تھی۔

"اس کا تو دماغ خراب ہے، تمہیں کوئی ضرورت نہیں اس کی باتوں میں آکر اپنا حلیہ خراب کرنے کی۔" انہوں نے افنان کو گھورتے ہوئے اسے حکم دیا اور پھر اصل موضوع کی طرف آئیں۔

"یہ تم افنان کے ساتھ جانے کیوں انکاری ہو؟

"میں وہاں اکیلی کیسے رہونگی۔ یہ دن بھر باہر رہینگے اور میں تنہا خوار ہوتی رہونگی۔ ویسے بھی میرا سب کے بغیر دل نہیں لگے گا"۔ بڑی نرمی اور لاڈ سے اماں سے بات کرتی سمیعہ کو دیکھ کر افنان کو اس کا کل رات کا لہجہ یاد آگیا۔ افنان کے ایبٹ آباد جانے کیلئے سامان پیک کرنے کی بات سن کر وہ کس تلخی سے بولی تھی۔

"میں نے یہ ایک ہفتہ آپ کے ساتھ ایک چھت تلے کیسے گزارا میں جانتی ہوں مگر اب آپ کے ساتھ ایبٹ آباد جاکر اپنی برداشت کو مزید نہیں آزما سکتی۔"

"ارے کیسے نہیں لگے گا دل؟ میاں بیوی کے رشتے کی بات ہی الگ ہے، ساری دنیا کو چھوڑ کر میاں بیوی کا اگر ایک دوسرے کے ساتھ دل لگا ہو تو دنیا کے کسی بھی حصے میں رہ سکتے ہیں"۔

ان کا انداز کچھ جتانے والا تھا لیکن وہ سمجھنے کیلئے تیار نہیں تھی۔

"آپ کچھ بھی کہیں خالہ، میں نہیں جانے والی اس ویرانے میں"

"ارے ویرانہ کیسا، ایبٹ آباد جیسا خوبصورت شہر، لوگ جائیں تو اس کی خوبصورتی میں کھو کر واپس پلٹنے کو مشکل سے تیار ہوتے ہیں۔ تم نے اسے ویرانے کا خطاب دے دیا" انہوں نے اسے ڈانٹا

"آپ کے بغیر تو وہ مجھے ویرانہ ہی لگے گا۔ لیکن خالہ میں دیکھ رہی ہوں آپ تو شادی کے بعد بالکل ساس بنتی جارہی ہیں۔ کتنے آرام سے مجھے خود سے الگ کرنے کی کوشش کیے جارہی ہیں۔

وہ آخری حربے کے طور پر آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی۔ افنان جانتا تھا کہ یہ حربہ کارگر ثابت ہوگا۔ اس لیے اماں کا جواب سنے بغیر ہی بیگ کی زپ بند کرکے بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ وقت رخصت سمیعہ کی فاتحانہ نظریں البتہ ضرور اسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر گئی تھیں۔

☆☆☆

افنان کے جانے کے بعد زندگی میں سوت سا طاری ہوگیا تھا۔ وہ جو اس کو دیکھ کر اپنی بے بسی اور مجبوری کے احساس سے خون کھولتا تھا اب وہ کیفیت بھی نہیں تھی۔ بس ہر روز صبح اٹھ کر سعدیہ بھابھی کے ساتھ کسی معمول کی طرح گھر کے کاموں میں مصروف ہوجاتی۔ امی کی طرف بھی کم ہی جانا ہوتا کہ ان کی نگاہوں کا شکوہ اب بھی قائم تھا اور وہ جو اپنے تئیں خود کو بے قصور ہی سمجھتی تھی۔ اس شکوے کو محسوس کرکے جل جل جاتی۔ اگر ابو کا اصرار نہ ہوتا تو وہ یہ کم کم جانا بھی ترک کردیتی ابو یوں بھی اس کم بہت محسوس کرتے تھے۔ پھر بھی انہوں نے اسے افنان کے ساتھ نہ جانے پر ٹوکا ضرور تھا۔ وہ انہیں بھی خالہ کے سامنے بنائے گئے بہانوں کے ساتھ ٹال گئی تھی لیکن خود اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب زندگی کا چلن کیا ہوگا۔ اس کی نفرت اور افنان کی اکڑ ان دونوں کو ایک دوسرے کیلئے زندگی بھر اجنبی بنائے رکھتی اور دو اجنبیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گزارا کیونکر ہو سکتا تھا۔ اسی ادھیڑ بن میں گزرتے دنوں میں اس کی

لے گئیں تو طبیعت خراب رہنے لگی۔ خالہ ڈاکٹر کے ہاں لے گئیں تو وہ لوگ اس خبر کے ساتھ لوٹ جو غیر متوقع تو نہیں تھی پھر بھی اسے شاک لگا تھا، خالہ اور باقی سب گھر والے خوش تھے لیکن خود اس کیلئے یہ خبر اپنی ذلت کی مسلسل یاد دہانی کا ذریعہ بن گئی تھی۔ دنیا کے نزدیک چاہے اس کی اور افنان کی بیاہتا زندگی کا آغاز کسی بھی تاریخ سے ہوا ہو لیکن اس سے زیادہ کسے خبر ہو سکتی تھی کہ اس کے وجود میں سانس لینے والا وجود اس بھیانک واقعے کی نشانی ہے۔ وہ جواب تک کسی نہ کسی طرح خود کو سنبھالے ہوئی تھی ڈپریشن کا شکار رہنے لگی، گھر کے کاموں سے ہاتھ کھینچ، سب سے منہ موڑے وہ اپنے کمرے کی ہو رہی ۔ سعدیہ بھابھی نے شروع شروع میں اس کی یہ روش برداشت کی لیکن پھر دبی زبان میں ساس سے شکوہ کرنے لگیں۔

”سمیعہ تو بالکل انوکھی ہی بنی ہوئی ہے۔ کوئی دنیا کی پہلی عورت تو نہیں جو اس مرحلے سے گزر رہی ہے۔ چلو گھر کے کام کاج میں ہاتھ نہ ڈالنا بھی سمجھ آتا ہے لیکن بندہ کم از کم سیدھے منہ بات تو کرے۔ وہ تو کسی کی بات کا جواب دینے کی بھی روادار نہیں“

”کچھ عورتوں کے ساتھ ایسا بھی ہو جاتا ہے، طبیعت اکتائی ہوئی اور چڑچڑی ہو جاتی ہے۔ پھر اس کا تو شوہر بھی اس سے دور دوسرے شہر میں ہے، وہ تنہائی محسوس کر کے اور بھی گھبراتی ہوگی۔ تم بڑی ہو، سمجھداری سے کام لو اور فی الحال اس کے رویے کو صبر سے برداشت کر لو“ وہ بھانجی کی محبت میں بڑی بہو کو سمجھاتی رہی تھیں مگر خود بھی انہیں سمیعہ کے رویے پر تشویش تھی۔ وہ خود اذیتی کا شکار معلوم ہوتی تھی۔ ہر شے میسر ہونے کے باوجود کھانے پینے میں اسے ذرا رغبت نہیں تھی۔ اس حال میں اس کی خود سے یہ لاپرواہی تشویشناک تھی۔

”ہنسا بولا، کھایا پیا کرو بیٹا، اس طرح خود سے لاپرواہی برتو گی تو تمہاری اور بچے دونوں کی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ یہ جانے بغیر کہ ان کی یہ نصیحت سمیعہ کے زخم مزید ہرے کر دیتی ہے وہ اسے سمجھانے کی کوشش کرتیں“۔

”ایسا کرو کہ تم اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کر دو۔ تمہارا ذہن بٹے گا تو دل بھی خود بخود بہل جائے گا“۔ وہ کسی حد تک اس کے ڈپریشن کی وجہ سمجھتی تھیں اس لیے اسے اس ڈپریشن سے نکالنے کیلئے ترکیبیں لڑاتی رہتی تھیں مگر وہ تو جیسے کسی کی کوئی نصیحت قبول کرنے کیلئے تیار ہی نہیں تھی۔ اس کی اپنی روش تھی جس پر وہ پوری طرح قائم تھی۔

☆☆☆

”سمیعہ! افنان کا فون ہے آ کر سن لو“ ایک شام سب گھر والے بیٹھے چائے پی رہے تھے، ابو بھی اس سے ملنے آئے ہوئے تھے اس لیے وہ بھی مجبوراً سب کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ فون کی گھنٹی پر سعدیہ بھابھی نے فون اٹھایا اور پھر وہیں سے آواز لگا کر اسے اطلاع دی ۔ وہ افنان سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن یوں سب کے سامنے انکار کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ ناچار اٹھ کر فون سننے جانا پڑا۔

”کیسی ہو؟“ اس کی ہیلو کے جواب میں افنان نے اس سے نرمی سے پوچھا تھا۔ اسے اماں نے خاص طور پر فون کر کے سمیعہ کی حالت کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے اسے فون کرنے اور دلاسہ دینے کی تاکید کی تھی اسی لیے لہجے میں یہ نرمی تھی۔

آپ کو اس سے مطلب؟ سمیعہ کا انداز لٹھ مار ہی تھا وہ نظر انداز کر کے ہنس پڑا اور پھر کچھ شوخی سے بولا ”مطلب تو ہم ہی کو ہے، آخر تمہاری خیریت سے میری نسل کی خیریت جڑی ہے“

یوں کہیں نا کہ اپنی مردانگی کا جیتا جاگتا ثبوت پانے کو بے قرار ہیں“ اس نے تلخی سے جواب دیا۔

”شٹ اپ، بند کرو اپنی بکواس“ افنان کی خوش مزاجی فوراً ہی اڑن چھو ہوگئی۔

یہ بکواس نہیں سننی تھی تو فون ہی کیوں کیا؟ میں نے تو آپ سے درخواست نہیں کی تھی کہ مجھے فون کریں“ سمیعہ کو جیسے اسے یوں تپا کر کچھ سکون ملا تھا۔

”بیوقوف تھا میں جو اماں کی نصیحتوں سے متاثر ہو کر یہ

حماقت کر بیٹھا۔ حقیقت میں تم کسی اچھے سلوک کی حقدار ہی نہیں ہو'' افنان نے غصے سے کہہ کر تلملاتے ہوئے فون بند کر دیا۔ وہ خود بھی جلی بھنی باہر آئی۔ ابو اس دوران واپس جا چکے تھے، وہ باقی سب کو نظر انداز کرتی ہوئی کھٹ کھٹ کرتی اپنے کمرے میں جا گھسی۔

☆☆☆

''ڈبل روٹی کا ایک سلائس کھانے سے کیا ہوتا ہے، انڈا کھا کر یہ جوس کا ایک گلاس ہی پی لو، دودھ کو تو تم یوں بھی منہ ہی نہیں لگا تیں، ایسے میں جسم کو طاقت کہاں سے ملے گی؟ اماں پوری کوشش میں تھیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح ڈھنگ سے کچھ کھا پی لے۔ کل اسے چیک اپ کیلئے ڈاکٹر کے پاس لے گئی تھیں تو ڈاکٹر نے اس کی زرد رنگت اور گرتے ہوئے وزن پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے خود انہیں بھی اچھی خاصی باتیں سنا ڈالی تھیں کہ وہ اپنی بہو کا خیال نہیں رکھتیں۔ اب وہ ڈاکٹر سے کیا کہتیں کہ بہو سے بڑھ کر وہ بھانجی کے رشتے سے انہیں عزیز ہے لیکن جب اگلے کو خود اپنا خیال نہ ہو تو پھر کوئی کتنا ہی چاہنے والا ہو اس کیلئے کیا کر سکتا ہے۔

''مجھ سے نہیں کھایا جا رہا خالہ، میرا دل متلا رہا ہے' اس نے ابلا ہوا انڈا پرے کیا۔

''ٹھیک ہے، انڈا نہ کھاؤ مگر یہ جوس تو تمہیں ضرور پینا پڑے گا'' وہ جوس کا گلاس اس کے پاس چھوڑ کر حکمیہ انداز میں کہتی ہوئی باقی برتن لے کر اس کے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

''اماں کو دیکھا ہے آپ نے، کیسے دن رات سمیعہ کے ناز اٹھانے میں لگی رہتی ہیں؟ ایسے ناز انہوں نے کبھی میرے تو نہ اٹھائے۔ سمیعہ کے بھانجی ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ اماں اسے بالکل سر پر ہی چڑھا لیں'' عرفان کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے ان کے کانوں سعدیہ کا شکوہ پڑا۔

''ایسا بھی نہ کہو، اماں تمہارا ابھی اچھا خاصا خیال رکھتی تھیں۔ سمیعہ کا زیادہ خیال اس لیے رکھ رہی ہیں کہ افنان بھی یہاں نہیں ہے اس کے حصے کی ذمہ داری بھی اماں کو اٹھانی پڑ رہی ہے'' عرفان بیوی کو سمجھا رہے تھے۔ وہ ایک گہرا سانس لیتے ہوئے آگے بڑھ گئیں۔

سچ تھا کہ بے شک انہیں سمیعہ بے حد عزیز تھی لیکن ان کی اس قدر خیال داری کے پیچھے بیٹے کی کوتاہی کی تلافی کا جذبہ بھی کار فرما تھا۔ انہوں نے کتنا کہا تھا کہ کچھ دن کی چھٹی لے کر یہاں آ جائے لیکن اس نے چھٹی نہ ملنے کا بہانہ کر کے ان کی بات ٹال دی تھی۔ یہاں سمیعہ نے جو حالت اپنی بنا رکھی تھی وہ اسے دیکھ کر ہول ہول جاتی تھیں۔ ادھر رافعہ نے بھی ابھی تک بیٹی کے ساتھ سرد مہری کا رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ وہ بیچاری ہر ایک کے رویے کی تلافی خود کرنے کے چکر میں ہلکان ہو رہی تھیں اور اس سارے سلسلے میں ایک نیا بوجھ ان پر آن پڑا تھا۔ سعدیہ جیسی اچھی خاصی معقول بہو بھی دیورانی، جٹھانی کے روایتی جلاپے کا شکار ہو کر ان سے شاکی ہو گئی تھی۔

☆☆☆

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے زینت و حفاظت کا ذریعہ بھی ہو' اس آیت مبارکہ کی روشنی میں دیکھیں تو لباس کے تین مقاصد نظر آتے ہیں، اول ستر پوشی، دوئم زینت اور سوئم موسمی اثرات سے حفاظت، آخر الذکر دو باتوں کا تو ہم لباس بناتے ہوئے خوب خیال رکھتے ہیں، لباس کا انتخاب کرتے ہوئے سارا دھیان اس بات پر رہتا ہے کہ ایسا لباس ہو کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جائیں۔ ہر ایک ہماری خوش ذوقی کی تعریفیں کرے۔ موسم کی مناسبت سے لباس زیب تن کرنے کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، سردی ہے تو خوبصورت شالیں، سویٹر، مفلر وغیرہ بہار دکھانے لگتے ہیں۔ گرمی میں ایک سے ایک لان کا جوڑا پہنا جاتا ہے لیکن وہ جو لباس کے لیے سب سے اول شرط ہے وہ پیچھے رہ جاتی ہے۔ افسوس کا مقام تو یہ

ہے کہ ہم ستر پوشی کے اصول سے ہی واقف نہیں۔ میں فلمی اداکاراؤں اور ماڈلز کے لباس کی بات نہیں کر رہی، میری مخاطب عام خواتین ہیں جنہیں اپنی شرافت پر زعم ہے۔ ذرا ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں اپنا جائزہ لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے ’’وہ عورتیں بھی جہنمی ہیں جو کپڑے پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں‘‘ دوسرے کو اچھائی پر سمجھتی ہیں، ان کے سر ناز سے ہیں۔ اور خود دوسرے پر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ٹیڑھے ہیں، یہ عورتیں نہ جنت میں جائیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی، درآنحالیکہ جنت کی خوشبو بہت دور سے آتی ہے‘‘

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک بار حضرت اسماءؓ باریک کپڑے پہنے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، وہ سامنے آئیں تو آپ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اسماء! جب عورت جوان ہو جائے تو اس کیلئے جائز نہیں کہ منہ اور ہاتھ کے علاوہ اس جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔

اب ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں جائزہ لیجئے کہ ہم کہاں ہیں، شریف زادیوں میں باریک اور تنگ لباس عام ہو گیا ہے، ایسے لباس کو پہنتے ہوئے عورتوں کو یہ خیال ہی نہیں آتا کہ ایسے لباس میں وہ کپڑے پہننے کے باوجود ننگی رہتی ہیں۔ دوپٹہ گزوں کے حساب سے لمبا بنایا جاتا ہے لیکن حکم ربی کے مطابق سر اور سینے کو ڈھانپنے کے بجائے کندھے یا گلے کی پٹی بن کر جھولتا رہتا ہے، ہائی کلاس کی تو بات ہی چھوڑ دیں کہ وہاں سلیولیس قمیص اور مغربی لباس پہنانا باعث فخر ہے۔ خود ہمارے طبقے کی بچیاں بڑے شوق سے ہاف اور کوارٹر سلیوز بڑے شوق سے پہنتی ہیں اور کوئی انہیں ٹوکنے والا بھی نہیں ہوتا کہ بی بی ایسی آستینیں تمہارے ستر کو پوری طرح نہیں ڈھانپتیں۔ عورت کے ستر میں تو ہاتھ کلائی تک مکمل طور پر ڈھکے ہونا لازم ہے لیکن ہمارے ہاں یہ برائی اس طرح رائج ہو گئی ہے جیسے مغرب میں ٹانگوں کا ننگا رکھنا۔ مغرب کی عورت ٹانگیں کھول کر پھرتی ہے تو ہمیں بے شرم دکھائی دیتی ہے اور خود ہم اپنے بازوؤں کی نمائش کرتے پھرتے ہیں تو شرم کا کوئی سبق ہمیں یاد نہیں آتا۔ حالانکہ فرق کیا ہے ہاتھ اور پیر کی عریانیت میں؟ فقط بات اتنی ہے کہ برائی ایسے رائج ہو جائے کہ پھر برائی محسوس نہ ہو‘‘ درس دینے والی خاتون کی آواز میں دبا دبا سا رنج اور غصہ تھا۔ سمیعہ جو خالہ کے بے حد اصرار پر ان کے ساتھ یہاں چلی آئی تھی ابتداء میں دلچسپی نہ محسوس کرنے کے باوجود ان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھیں۔

’’ابو داؤد میں حضرت ابو سعید خدری رضیؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ جب کوئی نیا کپڑا، عمامہ، کرتا یا چادر پہنتے تو اس کا نام لے کر فرماتے ’خدا تیرا شکر ہے تو نے مجھے یہ لباس پہنایا، میں تجھ سے اس کے خیر کا خواہاں ہوں اور اس کے مقصد کے اچھے پہلو کا جس کیلئے یہ بنایا گیا ہے اور میں اپنے آپ کو تیری پناہ میں دیتا ہوں، اس لباس کی برائی سے اور اس کے مقصد کے اس بڑے پہلو سے جس کیلئے یہ بنایا گیا ہے، اس دعا کا مطلب ہے کہ آدمی لباس کو ان ہی مقاصد کیلئے استعمال کرے جو اللہ کے نزدیک پاکیزہ ہیں نہ کہ اپنی بڑائی جتانے اور غرور و تکبر کے اظہار کیلئے، اب ہم اپنا عمل دیکھیں تو کیا دکھتا ہے کہ لباس زیادہ سے زیادہ خود نمائی اور اپنی بڑائی جتانے کیلئے پہنا جاتا ہے، ایسا کرتے ہوئے عورتیں یہ بھول جاتی ہیں کہ انہیں تو زمین پر زور سے پیر مار کر چلنے کی بھی اجازت نہیں کہ مبادا ان کی پوشیدہ زینتیں جیسے زیور کی جھنکار وغیرہ ہی ظاہر ہو جائیں اور کسی غیر مرد کو متوجہ کرنے کا سبب بنیں، عورت کو تو اتنی احتیاط برتنے کا حکم ہے کہ گھر سے باہر خوشبو لگا کر جانے کی بھی ممانعت کی گئی ہے مگر آج کی عورت کا خواہ وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتی ہو بس نہیں چلتا کہ کسی طرح خود کو دوسروں کی نظروں میں لے آئے ۔ دوسروں کو دکھانے والی عورتوں پر جنت کی خوشبو تک حرام قرار دے دی گئی ہے لیکن پھر بھی جانے کیسا نفسا نفسی کا عالم ہے کہ ہم اپنی عاقبت سے بھی غافل ہو گئے ہیں‘‘ درس

دینے والی خاتون کا انداز دھیما سا تھا، ان کی باتیں سمیعہ کے اندر اکھاڑ، پچھاڑ مچا رہی تھیں، اسے بے ساختہ ہی نادیہ کی شادی کے موقع پر افنان کا خود کو ٹوکنا یاد آیا تھا۔ ان ہی سب باتوں کی طرف تو شاید وہ اس کی توجہ مبذول کروانا چاہ رہا تھا لیکن بس اس کا انداز شاید وہ سخت اور تحقیر آمیز تھا جس کی وجہ سے وہ اس کی بات کی مقصدیت کو سمجھے بغیر شدید غم و غصے کا شکار ہو گئی تھی۔ پھر درس دینے والی خاتون نے رجھانے والی عورتوں کے بارے میں بھی تو بتایا تھا کہ وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکیں گی۔ کیا وہ خود بھی افنان کو رجھانے کی کوششیں نہیں کرتی رہی تھی؟

"لیکن میرے اور ان کے درمیان تو ایک شرعی رشتہ موجود تھا"۔ اس کے پاس اپنے دفاع میں ایک مضبوط دلیل موجود تھی اس کے باوجود وہ کچھ بے کلی سی محسوس کر رہی تھی، اسی بے کلی نے اسے ان خاتون کے قریب جا کر انہیں مخاطب کرنے پر مجبور کیا۔ وہ جو درس کے خاتمے کے بعد اردگرد موجود خواتین سے خوش اخلاقی سے حالِ احوال پوچھ رہی تھیں فوراً ہی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"آنٹی! میں آپ سے کچھ معاملات پر علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ مجھے کبھی الگ سے کچھ وقت دے سکتی ہیں"۔ سمیعہ نے بہت دھیمی آواز میں ان سے اپنا مدعا بیان کر دیا تھا"۔

"کیوں نہیں بیٹا! ایسا کرو تم کسی روز میرے گھر آجاؤ۔ یہاں سے قریب ہی ہے میرا گھر۔

انہوں نے شفقت کے ساتھ اس جواب دیا اور پھر اپنے گھر کا پتہ اور فون نمبر اسے نوٹ کروا دیا کہ آنے سے پہلے اطلاع دے دینا، سمیعہ نے دونوں چیزیں سنبھال کر اپنے پرس میں رکھ لیں۔ وہ جس کشمکش اور ذہنی الجھن کا شکار تھی اس سے نکلنے کیلئے اسے ایسے ہی کسی سہارے کی ضرورت تھی۔ سمیعہ سے زیادہ صبر نہیں ہوا تھا اور وہ دو دن بعد ہی ان خاتون سے ملنے جانے کیلئے تیار ہو گئی تھی۔ فون پر انہیں اپنی آمد کی اطلاع دینے کے بعد وہ عرفان بھائی کے ساتھ ان کے گھر جا پہنچی تھی۔ عرفان بھائی سے دروازے سے ہی چھوڑ کر واپس پلٹ گئے تھے کہ جب واپس آنا ہو تو فون پر اطلاع دے دینا۔ درس والی خاتون جن کا نام فرحت تھا بہت خوش خلقی سے سمیعہ سے ملی تھیں۔ سادہ سا صاف ستھرا گھر، جہاں ضرورت کی تمام اشیاء موجود بے جا نمود و نمائش سے گریز کیا گیا تھا۔ بہت پرسکون محسوس ہو رہا تھا۔

"بہو میری میکے گئی ہوئی ہے، بیٹیاں دونوں شادی شدہ اپنے گھروں والی ہیں، شوہر تین برس پہلے انتقال کر گئے اس لیے اس وقت میں تمہیں گھر میں تنہا دکھائی دے رہی ہوں۔ ویسے اللہ کا شکر ہے کہ قرآن پڑھنے آنے والے بچوں اور میل ملاپ کی عورتوں کی آمد و رفت کی وجہ سے کبھی تنہائی کا احساس نہیں ہوتا۔ تم نے خاص طور پر تنہائی میں ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی اس لیے میں نے تمہیں اس وقت آنے کو کہا۔ یہ وقت میں نے اپنے ذاتی کاموں اور آرام وغیرہ کیلئے مختص کر رکھا ہے۔ سب جاننے والوں کو اس بات کی خبر ہے اس لیے اس وقت کوئی میرے پاس نہیں آتا" وہ سمیعہ کو اپنے بارے میں تفصیل سے بتانے لگیں۔ "پھر تو میں نے مخل ہونے کی گستاخی کی ہے" سمیعہ کچھ شرمندہ سی ہوئی۔

"ارے نہیں بھئی۔ میں نے تو خود تمہیں خاص طور پر اس وقت بلایا ہے۔ تفصیل بتانے کا مقصد یہ تھا کہ تم آرام سے بلا جھجک اپنی بات کھل کر کہہ سکو" انہوں نے فوراً ہی سمیعہ کے خیال کی تردید کی اور پھر اسے دو منٹ انتظار کرنے کا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔ واپس آئیں تو مشروبات اور پھلوں سے سجی ٹرے ان کے ہاتھ میں تھی۔

"ارے آنٹی، آپ نے یہ زحمت کیوں کی؟ سمیعہ نے انہیں ٹوکا۔

"زحمت کیسی؟ مہمان کی تواضع کرنا تو سنت نبوی ہے" انہوں نے ٹرے میز پر رکھی اور اصرار سے سمیعہ کو کھلانے لگیں۔

"بس آنٹی، میں اتنا نہیں کھاتی" سمیعہ نے ان کی

بڑھائی ہوئی پلیٹ میں سے کچھ اٹھانے کے بجائے انکار کیا۔

"وہ تو تمہاری حالت سے ہی ظاہر ہے، لیکن بیٹا یہ تو کفران نعمت ہے، پھر تم جس حالت سے گزر رہی ہو تمہیں اپنا زیادہ خیال رکھنا چاہیے، ماں کی ذمے داری تو بچے کی پیدائش سے پہلے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ خود کو نعمتوں سے محروم کر کے تم اپنے بطن میں نشوونما پانے والے وجود کی بھی حق تلفی کرتی ہو" سمیعہ کی جسمانی حالت ساخت میں بہت واضح تبدیلیاں آچکی تھیں جس کے باعث ان خاتون نے اس کی حالت بھانپ لی تھی اور اب اس حوالے سے سمیعہ کو سمجھا رہی تھیں۔ سمیعہ نے ان کی بات کا الٹا ہی اثر ہو۔ اسے لگا کہ اس کے اعصاب چیخ رہے ہوں۔ وہ خاتون کا ہاتھ تھام کر بڑی لجاجت سے بولی۔

"آنٹی! میں بہت الجھن کا شکار ہوں اس دن آپ کا درس سنتے ہوئے بعض باتوں پر میرا ذہن الجھ گیا تھا اور میں آج ان ہی باتوں کی وضاحت کیلئے آپ کے پاس آئی ہوں۔"

"پوچھو بیٹا! میں اپنی بساط بھر تمہیں مطمئن کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔" انہوں نے جواب دیا تو سمیعہ کچھ دیر کیلئے خاموش سی ہو گئی جیسے گفتگو کیلئے کوئی سرا ڈھونڈ رہی ہو۔ بالآخر اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"اس روز آپ نے درس میں بتایا تھا کہ دوسروں کو رجھانے والی اور خود روجھنے والی عورت جہنمی ہے۔ کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟"

"تمہیں اس بات میں کیوں شک ہے؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کو ماننے سے تو کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا" انہوں نے غور سے اسے دیکھا۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا، مگر آپ یہ بتائیں کہ چاہنے اور چاہے جانے کے جذبہ تو فطری ہے، فطرت سے آدمی کس طرح منہ موڑ سکتا ہے؟ وہ اپنی جانب سے بہت اہم نکتہ سامنے لائی۔

"تمہاری بات سے انکار نہیں لیکن اس جذبے کی تکمیل کیلئے غیر مردوں کی رجھانے کی گنجائش تو بہر حال نہیں نکلتی۔ وقت آنے پر اللہ اس جذبے کی تکمیل کے جائز اسباب خود ہی عطا کر دیتا ہے۔ انہوں نے تحمل سے اس کی بات کا جواب دیا۔

"غیر مرد کی بات چھوڑیں لیکن اگر کوئی عورت اپنے منگیتر یا ناکح کی توجہ کی طلبگار ہو تو کیا یہ بھی غلط ہے؟ آخر ایسے شخص پر تو اس کا حق ہوتا ہے" سمیعہ نے کچھ تندی سے پوچھا۔

"دیکھو بیٹا! منگیتر کے رشتے کی تو کوئی شرعی حیثیت ہی نہیں، منگیتر تو کسی لڑکی کیلئے بالکل ویسے ہی نامحرم ہوتا ہے جیسے کوئی دوسرا مرد۔ رہی ناکح کی بات تو ہاں اس سے شرعی رشتہ ہے لیکن اس رشتے میں ہمیں بہت ہی اخلاقی اور معاشرتی حدود کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ رخصتی سے قبل کسی نکاح شدہ جوڑے کی بے تکلفی ہمارے طبقے میں کچھ معیوب سی سمجھی جاتی ہے۔ لوگ ایسے جوڑے کو زیادہ نظر میں رکھتے ہیں کہ کب دونوں سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو کہ وہ ان پر گرفت کر سکیں۔ ایسے میں اس جوڑے کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ ان کی ذرا سی لغزش ماں باپ کے لیے طعنہ زنی کا باعث نہ بن جائے اس بات کا دھیان رکھنا پڑتا ہے، پھر ایسی بھی کیا بے صبری؟ جہاں نکاح ہوا ہے وہاں رخصتی بھی ہو جائے گی۔ رخصتی کے بعد سارے ارمان اور خواہش جی بھر کر پوری کی جا سکتی ہے" ان کا جواب دوٹوک تھا سمیعہ کچھ مضطرب سی ہو گئی۔

"لیکن کوئی جوڑا بہک جائے یا پھر کوئی ایک فریق ہی زبردستی پر اتر آئے تو کیا اسے گناہ سمجھا جائے گا اور پھر اس تعلق کے نتیجے میں وجود میں آنے والی نئی زندگی کی کیا حیثیت ہوگی۔ کیا اسے ناجائز سمجھا جائے گا؟"

"خیر ایسی بھی بات نہیں، دونوں طرح کی صورتحال کی چاہے اخلاقی طور پر مذمت کی جائے لیکن رشتہ مناکحت کی موجودگی میں جنم لینے والے وجود کو ناجائز ہرگز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اب جہاں تک بات ہے باہمی رضامندی یا زبردستی کی تو دونوں صورتوں میں یہ

سمجھتی ہوں لڑکی کا قصور زیادہ ہوتا ہے۔ میرے اس خیال کا سبب تنگ نظری نہیں بلکہ یہ نقطہ نظر ہے کہ براہ راست لوگوں کی نظر میں عورت آتی ہے اس لیے محتاط بھی اس کو زیادہ رہنا چاہیے۔ عورت کی طرف سے کوئی نہ کوئی بے احتیاطی یا لغزش ہوتی ہے جو وہ ایسی صورتحال میں گھر جاتی ہے"۔ ان کے جواب پر سمیعہ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھر آئے۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں اس کی اپنی لغزش اور بے احتیاطی ہی کی وجہ تھی۔ وہ اگر افنان کو چیلنج نہ کرتی تو وہ سب ہوتا ہی کیوں؟

"اچھا آنٹی! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب میں چلتی ہوں۔ سمیعہ اچانک ہی جانے کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کس کے ساتھ جاؤ گی؟ آتے ہوئے تو کوئی تمہیں چھوڑنے آیا تھا" انہوں نے اس سے پوچھا تو اسے خیال آیا کہ عرفان بھائی نے اسے فون کرنے کی ہدایت کی تھی۔ فرحت صاحبہ کی اجازت لے کر اس نے ان کے گھر کے فون سے عرفان بھائی کو کال کر کے آنے کو کہا۔

تم سے مل کر اچھا لگا بیٹی، آئندہ بھی کچھ پوچھنے کو دل چاہے تو ضرور آنا۔ اور ہاں پریشان نہ ہوا کرو، بہت سے معاملات میں خود کو پریشان کرنے اور الجھنے کے بجائے مصالحت کر لینا بہتر ہوتا ہے۔ خصوصاً جب کسی معاملے کی اللہ تعالیٰ پردہ پوشی فرما دیں تو ہمیں اس کا شکر ادا کر کے صبر و تحمل کے ساتھ حالات کے اچھے رخ کو قبول کر لینا چاہیے۔ سمیعہ کی روانگی سے قبل انہوں نے اسے ڈھکے چھپے لفظوں میں نصیحت کی تھی، جہاندیدہ خاتون تھیں، پوتا پوتی، نواسہ نواسی والی تھیں۔ دن بھر میں بے شمار لوگوں سے ملنا جلنا ہوتا تھا۔ سمیعہ جیسی ناتجربہ کار لڑکی کا مسئلہ بن کہے ہی سمجھ گئی تھیں اس لیے اس سے یہ بات کہی تھی۔ سمیعہ تفہیمی انداز میں سر ہلا کر ان کے گھر سے باہر نکل گئی تھی۔ باہر عرفان بھائی گاڑی لیے اس کے منتظر تھے۔

☆☆☆

سمیعہ نے فرحت صاحبہ کے کہنے پر مفاہمت و مصالحت کی راہ اختیار کر لی تھی۔ گھر والوں سے رویہ بہتر ہو گیا تھا۔ کام کاج میں بھی سعدیہ بھابھی کا ہاتھ بٹانے لگی تھی لیکن اب اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ بہت زیادہ کام کر پاتی۔ سعدیہ بھابھی خود بھی اسے چھوٹے موٹے کاموں کے سوا کچھ نہیں کرنے دیتی تھیں۔ ان کی کدورت کی پیچھے اصل وجہ سمیعہ کی بے رخی و بے گانگی تھی۔ اس کا مزاج بدلا تو ان کا دل بھی صاف ہو گیا۔ انہیں یہ بھی یاد آ گیا کہ سمیعہ ان کی ضرورتوں کے وقت کیسے ہر دم ان کی مدد کیلئے تیار کھڑی رہتی تھی۔ سمیعہ کا زیادہ تر وقت بچوں کے ساتھ یا مطالعے میں گزرتا تھا۔ پہلے کی طرح وہ غفران اور عدنان کے ساتھ اچھل کود تو نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن انہیں کہانیاں سنانے اور پڑھائی میں مدد دینے کا کام بخوبی کرتی۔ سب سے چھوٹی عائشہ بھی اس سے کافی ہل گئی تھی۔ لپک لپک کر اس کی گود میں آتی۔ باقی کا وقت مطالعے کیلئے وقف تھا، نصابی کتابیں تو خیر نہیں پڑھتی کہ امتحانی فارم ہی جمع نہیں کروایا تھا لیکن قرآن اور حدیث کا مطالعہ خوب ہو رہا تھا۔ مسلمان گھرانے کی شریف لڑکی تھی۔ کم عمری اور غلط مشوروں کے باعث جو نادانیاں کرتی رہی۔ مطالعے سے ان کا خوب احساس ہوا۔ اپنی غلطی کے احساس نے افنان نے جرم کو معاف کر دینے کی بھی دل میں کچھ گنجائش پیدا کر دی تھی لیکن افنان خود اس سے مکمل طور پر بے نیاز تھا۔ خط تو پہلے بھی کبھی نہیں لکھتا تھا، فون پر بھی اس رویے کے باعث دوبارہ بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گھر میں لوگ ان دونوں کے درمیان اس کھنچاؤ کو محسوس کرتے تھے لیکن کوئی دخل اندازی اس لیے نہیں کرتا تھا کہ میاں بیوی خود ہی آپس میں اپنے معاملات سلجھا لیں تو بہتر ہے۔ کچھ افنان کی فوج کی نوکری کی وجہ سے بھی معاملہ ڈھکا ہوا تھا۔ میاں بیوی محض ایک ہفتہ ساتھ رہنے کے بعد مہینوں سے ایک دوسرے سے جدا تھے اس پر لوگ باتیں تو بناتے تھے لیکن یہ لوگ افنان کو چھٹی نہ ملنے کا

بہانہ کر کے ٹال جاتے۔ سمیعہ کے بارے میں سب کو خبر تھی کہ اس نے خود ہی ایبٹ آباد جانے سے انکار کر دیا تھا اور میں اس کی طبیعت کو وجہ بنا کر اماں نے اسے وہاں نہ بھیجنے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ مگر اب وہ دیکھ رہی تھیں کہ موسم بدل رہا ہے۔ سمیعہ کے مزاج میں وہ پہلے سی تنی اور جھنجھلاہٹ باقی نہیں رہی ہے۔ افنان کو پہلے بھی سمجھاتی رہتی تھیں، سمیعہ کو بدلتے دیکھا تو اور زور دے کر سمجھانے کی کوشش کی۔

"کتنے مہینے ہو گئے بیٹا! تم جو شادی کر کے گئے ہو تو ابھی تک واپس نہیں پلٹے، مجھے لوگوں کا سامنا کرتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے۔ تمہارے خالو بھی دبی دبی زبان میں خفگی کا اظہار کر چکے ہیں۔ سمیعہ ان کی اکلوتی بیٹی ہے اس سے تمہاری یہ بے نیازی دیکھ کر ان کا دل کڑھتا ہے۔ وہ تو پھر میں ان کے سامنے یہ ظاہر کرتی ہوں کہ تم ٹیلی فون اور خط کے ذریعے سمیعہ سے رابطہ میں رہتے ہو تو وہ کچھ چپ رہتے ہیں، اگر انہیں علم ہو گیا کہ تم نے سمیعہ کو اس طرح کاٹھ کباڑ کی طرح گھر میں ڈال کر چھوڑا ہوا ہے تو انہیں کتنا رنج ہوگا۔ اپنوں میں بیٹی کا رشتہ انہوں نے صرف اسی وجہ سے تو کیا تھا کہ بیٹی خوش رہے"۔

"اوہو اماں! ایسا کیا ظلم ہو رہا ہے اس کے ساتھ ہمارے گھر میں، آپ، بھابھی، بھائی، سب اتنا خیال رکھنے والے ہیں۔ اب مجھے چھٹی نہیں مل رہی تو میں کیا کروں، ساتھ آنے سے آپکی بھانجی نے خود ہی انکار کر دیا تھا۔ اب اگر خالو کو شکوہ ہے تو اپنی بیٹی سے کریں، میں تو قطعی بے قصور ہوں" افنان کے پاس سمیعہ کے ساتھ آنے سے انکار کرنا اپنی ذات کو بری الذمہ ٹھہرانے کا اچھا بہانہ تھا جو وہ اس وقت بھی استعمال کر رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم کتنے بے قصور ہو لیکن اس وقت اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی، صرف تم سے یہ کہہ رہی ہوں کہ عید سے پہلے ہر حال میں چھٹی لے کر آ جانا، سمیعہ کے لیے بھی ڈاکٹر نے ان ہی دنوں کی تاریخ دی ہے۔ اس موقع پر تمہارا یہاں ہونا ضروری ہے"۔ اماں کا انداز حکمیہ ہو گیا تو افنان کیلئے بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔

"ٹھیک ہے میں کل ہی درخواست دے دونگا۔ امید ہے کہ عید سے دو تین پہلے تو چھٹی مل ہی جائے گی" افنان نے اماں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

☆☆☆

دھلی ہوئی صاف ستھری ہوا، دور دور تک نظر آتا سرسبز وشاداب منظر، فضا میں رچی ہوئی مہک جو بڑے شہروں کی دھوئیں بھری زندگی میں ندارت تھی، کیا کیا مانند جنت نعمتیں نہیں تھیں یہاں، مگر سمیعہ نے اپنی نفرت وضد کی وجہ سے اس کے ساتھ یہاں آنے سے انکار کر دیا تھا۔ خود وہ اس کے رویے سے بے حد بددل ہوا تھا لیکن یہاں کی رومان پرور فضاؤں میں وہ خود بخود ہی یاد آنے لگتی تھی۔ اور اب تو اس کے تصور کے ساتھ ایک ننھے وجود کا تصور بھی بندھ گیا تھا۔ اماں نے بتایا تھا کہ عید کے قریب ہی اس کی آمد متوقع ہے۔ اس کے تصور سے افنان کے وجود میں سرسراہٹ سی پھیل گئی تھی۔ پہلی پہلی اولاد کا تجربہ ماں باپ دونوں کیلئے بہت انوکھا ہوتا ہے۔ کتنے خواب، کتنی خواہش ہوتی ہیں جو وہ آنے والے وجود سے باندھ لیتے ہیں لیکن وہ اور سمیعہ ایسے حالات میں اس تجربے سے گزر رہے تھے کہ ان کے پاس ایک دوسرے سے شیئر کرنے کیلئے کچھ نہیں تھا۔ ایک طرف غصہ تھا تو دوسری طرف اپنے آپ کو بے قصور ٹھہرا دینے کی تمام کوششوں کے باوجود اندر ہی اندر بنتا احساس ندامت۔

اماں کے حکم پر اس نے چھٹیوں کی درخواست دے دی تھی جو اس کے اتنے ماہ سے چھٹی نہ لینے کے باعث دیگر ساتھیوں کے مقابلے میں ترجیحی بنیاد پر قبول کر لی گئی تھی ورنہ عید پر تو تقریباً ہر ایک ہی گھر جانے کا خواہشمند ہوتا ہے، افنان کے ساتھ خصوصی رعایت اس لیے بھی کی گئی تھی کہ اس کے آفیسر جانتے تھے کہ وہ اپنی شادی کے محض ایک ہفتے بعد یہاں آ گیا تھا اور اب جبکہ

اس کے ہاں ایک ننھے مہمان کی آمد ہونے والی تھی تو ان چھٹیوں پر اس کا حق بنتا تھا۔ اس کے کمانڈر کی مسز نے تو اسے اپنے ہاتھوں سے بنا ہوا ٹوپی، سویٹر، اور موزوں پر مشتمل گرم سوٹ بھی بچے کیلئے ساتھ لے جانے کو دیا تھا۔ اس ننھے سے سوٹ کو دیکھ کر اس کے دل کی کیفیت عجیب ہو گئی تھی۔ پھر اس نے خود بھی کئی ننھی منی پیاری پیاری چیزیں خرید ڈالی تھیں۔ یہ چیزیں اس کے سامان کے ساتھ ایک چھوٹے سے بیگ میں الگ سے بندھی رکھی تھیں۔ رمضان کا خیر و برکت والا یہ پورا مہینہ اس نے اپنے اس آنے والے مہمان کیلئے دعائیں کرتے ہوئے گزارا تھا۔ اور اب کل وہ یہاں سے روانہ ہونے والا تھا۔

☆☆☆

ایبٹ آباد سے اسلام آباد تک بائی روڈ اور پھر وہاں سے بائی ایئر اسے کراچی جانا تھا۔ اماں کو اس نے اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ اور اب تیزی سے ڈرائیو کرتا اسلام آباد کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ محکمے کی یہ جیپ اسلام آباد ایئر پورٹ پر وہاں کے یونٹ کا کوئی بندہ اس سے وصول کر لیتا۔ مگن سے انداز میں ڈرائیو کرتے ہوئے اسے اندازہ نہ ہوا کہ وہ لڑکی کہاں سے نکل کر ایک دم اس کی جیپ کے سامنے آ گئی اور اسے جیپ روکنے کا اشارہ کرنے لگی۔ اسے بہت عجلت میں بریک لگا کر جیپ روکنی پڑی تھی۔

''پلیز میری مدد کریں! اگر آپ نے میری مدد نہ کی تو وہ لوگ مجھے جان سے مار دینگے''

لڑکی گھبرائی ہوئی اور خوفزدہ لگ رہی تھی۔ افنان نے بے ساختہ ہی اسے جیپ میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

''وہ میرے سوتیلے بھائی ہیں، جائیداد میں مجھے حصہ نہ دینا پڑے اس لیے بہانے سے مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں'' جیپ چلتے افنان کے پوچھے بنا وہ اسے بتانے لگی تھی۔

معاملہ افنان کی سمجھ میں آنے لگا، روائتی قبائلی اور جاگیر دار گھرانوں میں لڑکیوں کو ان کے حصے سے محروم رکھنے کا رواج اب بھی موجود تھا اور اس لڑکی کے ساتھ تو معاملہ سوا ہی معلوم ہوتا تھا کہ مقابل سوتیلے بھائی تھے۔

''میں اسلام آباد جا رہا ہوں، آپ کہاں جانا چاہیں گی؟'' لڑکی سے ہمدردی محسوس کرتے ہوئے افنان نے نرمی سے اس سے پوچھا۔

''مجھے بھی وہیں جانا ہے، وہاں میری ایک یونیورسٹی فیلو سے میرے اچھے تعلقات ہیں، وہ مجھے اپنے گھر میں پناہ دے دیگی'' لڑکی نے بتایا تو افنان نے مطمئن سے انداز میں سر ہلا کر پوری توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کر دی۔ مشکل سے ابھی دس منٹ کا فاصلہ ہی طے ہوا تھا کہ ایک پجیرو وان سے اسکی جیپ کے برابر سے گزر کر آگے نکلی اور آگے جا کر ترچھی ہو کر اس انداز میں رک گئی کہ افنان کا راستہ رک گیا۔ مجبوراً اسے اپنی جیپ روکنی پڑی۔ پجیرو پر پانچ چھ مسلح افراد سوار تھے۔ افنان کے جیپ روکتے ہی انہوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ افنان کے ساتھ بیٹھی لڑکی کے منہ سے ان لوگوں کو دیکھ کر چیخیں نکلنے لگیں۔ افنان خود بے بس سا بیٹھا تھا کہ ان مسلح افراد کے گھیرے میں محض اپنے سروس ریوالور کی بنیاد پر کیا کرے۔ بے شک وہ ایک فوجی افسر تھا لیکن کوئی فلمی ہیرو تو نہیں تھا کہ اتنے سارے مسلح افراد سے نہتے ہاتھوں بھڑ جائے۔

''چپ چاپ ملکر ہمارے ساتھ ہماری گاڑی میں بیٹھ جاؤ'' انہیں گھیرنے والے مسلح افراد میں سے ایک نے حکم دیا تو افنان اور اس لڑکی کو ناچار اس حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ ان کے بیٹھتے ہی پجارو چل پڑی، محض آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ ایک بڑے حویلی نما مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ افنان اور لڑکی کو نیچے اتار گیا۔ چیختی چلاتی لڑکی کو وہ لوگ ایک سمت لے گئے جبکہ افنان کو ایک سپاٹ دیواروں والے خالی کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں ایک مصیبت اس کی منتظر تھی۔ اٹھارہ انیس سال کا ایک لڑکا اپنے ہاتھ میں موجود خاردار کوڑا لے کر اس پر پل پڑا تھا۔

"ہماری عزت پر ہاتھ ڈالا تو نے، ہماری لڑکی کو لے کر بھاگنے کی کوشش کی۔" وہ غصے سے دھاڑا، شڑاپ شڑاپ افنان پر کوڑے برسا رہا تھا، افنان اپنے بچاؤ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ مسلح پہرے دار پوری طرح الرٹ تھے اور اس کی ذرا سی بھی غلطی پر مشتعل ہو کر فائر کر سکتے تھے۔ اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی افنان کی کوشش بھی اس لڑکے کے اشتعال کے سامنے ناکام ہو گئی تھی۔ جانے کتنے کوڑے برسائے تھے اس لڑکے نے اس پر کہ اس کا فوجی تربیت یافتہ سخت جان وجود بھی نڈھال ہو کر گر پڑا تھا۔ "پڑا رہنے دو اس سورما کو، کل خان بھائی آئیں گے تو اس کا فیصلہ ہوگا۔" گم ہوتے حواسوں کے ساتھ افنان کے کانوں میں اس لڑکے کی آواز پڑی تھی جو شاید اس کے نیم بے ہوش وجود کو دیکھ کر مزید کوڑے برسانے کا ارادہ ترک کر کے وہاں سے روانہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

وہ بہت اذیت ناک اور بھیانک شب تھی۔ بدن میں گویا انگارے سے بھرے تھے جو افنان کو چین نہیں لینے دے رہے تھے۔

"میں کہاں ہوں؟ کن لوگوں کے درمیان ہوں؟ جس الزام کے تحت انہوں نے مجھے قید کیا ہے۔ کیا میرے صفائی دینے پر یہ مجھے اس سے بری الذمہ قرار دے دیں گے؟" سوالات کا ایک سلسلہ تھا جو افنان کے تھکے ہوئے ذہن میں خود بخود ہی جاری تھا۔

"میں یہاں کیونکر پہنچ گیا؟ میں تو اپنے گھر جا رہا تھا، اپنے گھر والوں کے ساتھ عید کرنے اور اس ننھی خوشی کا استقبال کرنے۔ پھر درمیان میں اذیتناک قید کہاں سے آ گئی؟" اس نے سوچتے ہوئے پہلو بدلنے کی کوشش کی تو ہونٹوں سے ایک زوردار سسکاری نکلی اور یہ اذیت؟ یہ کوڑوں کی مار؟ یہ کس چیز کی سزا ہے؟" وہ ایک فوجی تھا لیکن لاشعوری میں کوئی ایسی بات تھی جو وہ اس قید سے نجات کی عملی کوششوں کی بجائے خود ہی سوال در سوال کا سلسلہ شروع کیے بیٹھا تھا۔

اچانک ہی اسے زندگی کے وہ بھیانک لمحات یاد آئے جب وہ غصے اور جنون میں انسان سے وحشی بن گیا تھا۔

"کیا قصور تھا اس کا، صرف یہی نا کہ وہ بیوقوف تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ جو کچھ وہ کرتی ہے اس کے پیچھے فقط اس کی بیوقوفی اور نادانی ہے۔ مگر میں جو لڑکپن سے ہی نماز و قرآن کی طرف راغب ہو گیا تھا، مجھے اس کی نادانی میں کی گئی حرکتوں میں کردار کی کمزوری نظر آنے لگی، میں نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کرنے لگا گویا وہ مسلمان ہی نہ ہو، اپنی پارسائی کے زعم میں اس کی تحقیر کرتے مجھے بھی خیال نہیں آیا کہ میں اس کی دل آزاری کا گناہ کر رہا ہوں، اور پھر پارسائی کیسی؟ سچ ہی تو کہہ رہی تھی وہ کہ میں جس جنونی کیفیت میں تھا ایسے میں مجھے یہ کب یاد تھا کہ سامنے موجود لڑکی منکوحہ ہے یا کوئی نامحرم لڑکی۔

تو کیا جو اذیت میرے حصے میں آئی وہ سمیعہ کے ساتھ کی جانے والی زیادتی کی سزا ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہے کہ یہی تو سزا مقرر کی ہے اللہ نے اس جرم کی، بس یہ ہے کہ اس دنیا کی عدالت چاہے وہ کوئی شرعی عدالت ہی کیوں نہ ہوگی مجھے اس جرم میں کوئی سزا نہیں سنا سکتی تھی۔ اللہ نے یہ کام خود اپنے دست قدرت سے انجام دے ڈالا۔ وہ اس مقام پر تھا جہاں بندے کو خود بخود ہی ادراک ہونے لگتا ہے کہ جو کچھ ہوا اس کے پیچھے کیا رمز چھپا ہے، یہ اور بات کہ دوسرے اس کے اس خیال سے متفق نہ ہوں۔

☆☆☆

دن دھیرے دھیرے گزرتا شام تک آ پہنچا تھا، اماں نے سب گھر والوں کو افنان کی آج آمد کے بارے میں خبر دے دی تھی۔ بچے اپنے چاچو کی آمد کی اطلاع سن کر بہت خوش تھے۔ سعدیہ بھابھی نے بھی افطار پر بہت اہتمام کیا تھا۔ وہ خود اپنی طبیعت خرابی کے باوجود ان کی مدد کروا رہی تھی۔ اماں کے کہنے پر اس نے اپنا ایک اچھا سا جوڑا بھی پہن لیا تھا لیکن آنے والا آ کر ہی نہیں دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ فضا میں مغرب کی اذانیں بھی بلند ہونے لگیں۔ سب لوگوں نے کچھ بے دلی سے

افطار کیا اور مغرب کی نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔

"ہو سکتا ہے وہ رات تک پہنچے، آج آنے کو کہا تھا لیکن وقت تو نہیں بتایا تھا" اماں نے پریشانی کے باوجود ان سب کو تسلی دی تھی، امید کا ایک اور دیا جلائے وہ لوگ نئے سرے سے افنان کا انتظار کرنے لگے تھے۔ مگر یہ انتظار بھی لاحاصل رہا تھا عرفان بھائی عشاء کی نماز اور تراویح سے فارغ ہو کر گھر لوٹ آئے لیکن افنان کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔

"ابھی تک نہیں آیا افنان" اگر اس نے آج ہی آنے کا کہا تھا تو اب تک تو پہنچ جانا چاہیے تھا" عرفان گھڑی کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائے تھے۔

"وہ آنا ہی نہیں چاہتے، انہوں نے خالہ کو بہلانے کیلئے ایسے ہی کہہ دیا ہوگا کہ آج آ رہے ہیں۔ بعد میں بہانہ بنا دینگے کہ فلاں مجبوری کی وجہ سے نہیں پہنچ سکا" عرفان بھائی کی بات سن کر سمیعہ نے مایوسی سے سوچا تھا۔

"عرفان بیٹا، ایسا کرو کہ ایبٹ آباد فون کر کے معلوم کرو، وہاں سے ہی معلوم ہوگا کہ افنان کب روانہ ہوا ہے یا روانہ ہوا بھی ہے یا نہیں؟ اماں نے عرفان بھائی کو مشورہ دیا تو وہ فون سنبھال کر بیٹھ گئے۔ بڑی مشکل سے رابطہ قائم ہوا، پھر جانے وہاں کس سے اور کیا گفتگو ہوئی کہ عرفان کے چہرے پر گھمبیرتا چھا گئی۔

"کیا ہوا عرفان، خیر تو ہے؟ کیا پتہ چلا وہاں سے؟ کب تک پہنچے گا افنان؟

اماں عرفان کے چہرے کے تاثرات سے گھبرا کر سوال پہ سوال پوچھ رہی تھیں۔ باقی گھر والے بھی ان کے گرد پریشان سے جمع تھے۔ عرفان گومگوں سی کیفیت میں تھے کہ اصل صورتحال بتائیں یا بہانہ بنا کر ٹال دیں، بالآخر انہوں نے سچ بولنے کا فیصلہ کیا۔

"اماں، افنان دوپہر کو ہی ایبٹ آباد سے نکل گیا تھا، اسے اسلام آباد ایئر پورٹ سے کراچی کیلئے فلائٹ لینی تھی۔ لیکن وہ اسلام آباد پہنچا ہی نہیں، اس کی جیپ راستے میں ملی ہے مگر خود اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں، اس کے محکمے کے لوگ اسے تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، آپ لوگ دعا کریں کہ ہمارا افنان خیریت سے گھر پہنچ جائے" عرفان کی دی ہوئی اطلاع پر سب کے دل دھک سے رہ گئے تھے، شمالی علاقہ جات کی خراب صورتحال کے بارے میں اخبارات و ٹی۔وی کے ذریعے خبریں ملتی رہتی تھیں۔ سوات کا معاملہ تو پچھلے دنوں بہت ہی گرم رہا تھا۔ اور اب افنان کی وجہ سے قدرتی طور پر ان سب کا دھیان ایسی ہی کسی صورتحال کی طرف گیا تھا۔ اماں تو حواس ہی کھونے لگیں۔ سمیعہ بھی گم سم سی تھی۔ عرفان دوڑ کر خالہ، خالو کو بلا لائے، افنان کا غائب ہونا دونوں گھروں کا مشترکہ مسئلہ تھا۔ وہ سب حیران، پریشان ایک دوسرے کو تسلی دلاسے دیتے۔ اللہ سے دعاؤں کا سلسلہ بھی زور و شور سے جاری تھا، عرفان اور خالو الگ کبھی فون پر ادھر ادھر کے نمبر ملاتے اور کبھی مضطرب سے ٹہلنے لگتے، وہ رات ان سب کیلئے قیامت کی رات تھی۔

☆☆☆

آنے والی صبح افنان کے لیے حیرت انگیز تھی۔ اسے باقاعدہ ایک ڈاکٹر کے ذریعے ٹریٹمنٹ دلوا کر ایک صاف ستھرے آراستہ کمرے میں آرام دہ بستر پر منتقل کر دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر نے زخموں پر مرہم لگا کر دوائیں کھلانے کے علاوہ اسے انجکشن بھی لگایا تھا۔ غذا، دوا اور آرام دہ بستر نے اس کے تکلیف میں مبتلا جسم کیلئے جادوئی لوری کا کام کیا تھا، وہ جو سویا تو پھر کئی گھنٹوں بعد ہی آنکھ کھلی، آنکھ کھلنے کے تھوڑی دیر بعد ہی ایک چھبیس، ستائیس سالہ شخص اس کے کمرے میں چلا آیا۔

"میرا نام عثمان خان ہے، مجھے افسوس ہے کہ آپ کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، میں کل یہاں نہیں تھا ورنہ یہ صورتحال ہرگز پیش نہ آتی" اپنا تعارف کرواتے ہوئے اس نے افنان کے سامنے افسوس کا اظہار کیا تھا، افنان تو منتظر ہی تھا کہ کوئی ایسا شخص سامنے آئے جو اس کی بات سن سکے چنانچہ موقع پاتے ہی پھٹ پڑا۔

"میرے ساتھ جو سلوک ہوا وہ میری سمجھ سے باہر ہے،

کل راستے میں اچانک ایک لڑکی نے میرا راستہ روکا کہ اس کے سوتیلے بھائی اسے قتل کرنا چاہتے ہیں اس لیے میں اسے کسی محفوظ پناہ گاہ تک پہنچا دوں، راستے میں آپ کے آدمیوں نے مجھے دھر لیا اور پھر مجھے کسی وضاحت کا موقع دیے بغیر اس بری طرح زدوکوب کیا گیا جیسے میں آپ کے گھرانے کی لڑکی کو لے کر فرار ہو رہا تھا۔ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں عثمان صاحب۔ ایک فوج سے تعلق رکھنے والے بندے کو اس طرح اغوا کر کے تشدد کا نشانہ بنانا آپ سب کو بہت مہنگا پڑے گا۔"

"جو کچھ ہوا وہ حماقت اور جذباتیت کی وجہ سے ہوا۔ جس کیلئے میں آپ سے دلی طور پر معذرت خواہ ہوں، اگر آپ ٹھنڈے دل سے میری بات سنیں تو یقیناً میری معذرت کو قبول کر لینگے"۔ عثمان خان بہت نرم انداز میں بات کر رہا تھا، افنان ہمہ تن گوش ہو گیا کہ عثمان خان کی بات سن سکے۔

"آپ کو ملنے والی لڑکی میری سوتیلی بہن گل رخ ہے، کل جس لڑکے نے آپ کو اپنے ہنٹر سے نشانہ بنایا وہ گل رخ کا چھوٹا بھائی ہے، میری والدہ کا انتقال ہو چکا ہے، گل رخ کی والدہ نے اپنے دونوں بچوں کے ذہن میں ہمیشہ میرے خلاف یہی بات بٹھائی کہ میں ان کا سوتیلا بیٹا ہوں جو موقع پاتے ہی جائیداد پر قابض ہو جاؤں گا۔ اتفاق سے بابا کے انتقال کے بعد جائیداد کا سارا انتظام میرے ہاتھ آ گیا تو ان کا یہ خدشہ کچھ اور بڑھ گیا، ہمارے ہاں لڑکیوں کے معاملے میں ذرا سختی برتی جاتی ہے۔ تعلیم، شادی کا رواج ہے لیکن گل رخ کی خواہش پر میں نے اس سے کہا کہ وہ اس لڑکے کو یہاں بلوائے اگر مجھے لڑکا مناسب معلوم ہوا تو میں رواج کے خلاف اس کی شادی اس لڑکے سے کر دونگا۔ اب اسے گل رخ کی بدنصیبی کہیں یا یہ کہ وہ لڑکا عمر ہی اتنی لکھوا کر لایا تھا کہ یہاں آتے ہوئے اس کی گاڑی کا زبردست ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ موقع پر ہی اپنی جان سے چلا گیا۔ اس حادثے کا گل رخ کے ذہن پر بہت برا اثر ہوا۔ دوسرے اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ میں نے ملنے کے بہانے یہاں بلوا کر اس لڑکے کو راستے میں ہی مروا دیا۔ اب اس کی ذہنی کیفیت یہ ہے کہ لاکھ علاج کے باوجود وہ اس حادثے کے صدمے سے باہر نہیں نکل پائی۔ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ میں جائیداد کی خاطر اسے بھی مروا دونگا۔ ہر آنے جانے والے کے سامنے یہی بات دہراتی ہے اور موقع نکلتے ہی گھر سے بھاگ نکلنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ وہ علاقے سے اتنی دور نکل گئی۔ اسے ڈھونڈنے کیلئے جانے والے اور میرا چھوٹا بھائی برہان خان اسے آپ کی گاڑی میں دیکھ کر مشتعل ہو گئے۔ ہمارے ہاں اپنے گھر کی عورت کا کسی غیر مرد کے ساتھ دیکھا جانا بہت بڑا واقعہ تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ برہان خان نے بنا سوچے سمجھے آپ کو تشدد کا نشانہ بنا ڈالا وہ تو پھر بھی شکر ہے کہ میرا لحاظ تھا کہ حتمی فیصلہ کرتے ہوئے اس نے آپکی جان ہی نہ لے لی"

عثمان خان کی سنائی کہانی اس کے لیے کچھ انوکھی تھی اس لیے جرح پر اتر آیا۔

"آپ کا تو کہنا ہے کہ گل رخ اور برہان دونوں سوتیلے ہونے کی وجہ سے آپ پر اعتبار نہیں کرتے پھر برہان کا آپ کا لحاظ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"آپ شک کرنے میں حق بجانب ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ یہ مقام حاصل کرنے کیلئے میں نے بڑی قربانی دی ہے۔ گل رخ کی ذہنی کیفیت اور خود سے نفرت کو دیکھتے ہوئے میں نے اس جائیداد سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تھا۔ اب قانوناً برہان ساری جائیداد کا مالک ہے۔ میں نے اپنا علیحدہ بزنس شروع کر رکھا ہے۔ اسی کی دیکھ بھال کیلئے اکثر شہر آنا جانا لگا رہتا ہے۔ یہاں کے معاملات میں بس اس وقت تک دیکھ رہا ہوں جب تک برہان خود یہ سنبھالنے کے لائق نہیں ہو جاتا۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میری سوتیلی والدہ اور برہان کے پاس مجھ سے عناد کی کوئی وجہ ہی نہیں رہی تو اب خوشگوار تعلقات میں کیا شے مانع ہو سکتی ہے۔ گل رخ بیچاری

البتہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ یہ سب سمجھ سکے" عثمان نے افنان کے کاٹ دار سوال کا بہت نرمی سے جواب دیا تھا۔ افنان کے پاس اب بحث کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔ اسی وقت ملازمین برتن اٹھائے کمرے میں آنے لگے۔

"افطار کا وقت ہونے والا ہے، ہماری زیادتی کی وجہ سے آپ آج روزہ تو نہیں رکھ پائے لیکن ہمارے ساتھ افطار ضرور کریں، کہتے ہیں کہ اس کا بھی ثواب ہوتا ہے۔" عثمان خان نے کہا تو افنان اخلاقاً مسکرا دیا ورنہ کل روزے میں اس کے ساتھ جو سلوک ہوا اور آج جس طرح اس کا روزہ قضا ہوا اس کے دل کو بہت ملال تھا۔

"برہان خان کو بھی یہیں بھیج دو" عثمان خان نے ایک ملازم کو حکم دیا تھا اور پھر سے افنان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"ابھی کم عمر ہے پھر کچھ ہماری والدہ ہی کی تربیت بھی ایسی ہے کہ برہان روایتی سخت مزاجی اور جذبادیت کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا۔ میں نے بہت ڈانٹا اور سمجھایا ہے ابھی آئے گا تو آپ سے معافی مانگے گا۔ 'معاف کر دیجئے گا' عثمان خان نے بھائی کے عمل کی وضاحت دیتے ہوئے اس کی سفارش بھی کی چنانچہ جب کچھ شرمندہ سا برہان کمرے میں آیا تو افنان سے معذرت طلب کی تو افنان نے اسے معاف کر دیا۔

☆☆☆

دو نہایت پریشان کن دن گزارنے کے بعد ان لوگوں کو افنان کی خیریت کی اطلاع ملی تھی۔ سب نے ہی دل سے اللہ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا تھا۔ سمیعہ تو شکرانے کے نفل ادا کرتے ہوئے بلک بلک کر روئی تھی۔ یہ دو دن جس اذیت، کرب اور اضطراب میں گزارے گئے تھے اس نے نا صرف اس کی زندگی میں افنان کی اہمیت کو پوری طرح واضح کر دیا تھا بلکہ دل میں جو ذرہ برابر اس کیلئے کہیں کوئی کدورت و نفرت رہ گئی تھی وہ بھی مٹ گئی تھی۔ ان دو دنوں میں افنان کی ہر زیادتی کو بھلائے اس کا رواں رواں اس کی سلامتی کی دعا مانگتا رہا تھا اب جب یہ خبر ملی تھی تو لگتا تھا کہ اس کے بدن میں روح واپس لوٹا دی گئی ہو۔ وہ اللہ کی بے حد شکر گزار تھی اور ساتھ ہی افنان سے ملنے کیلئے بھی بے قرار لیکن وہ کراچی آنے کے بجائے اپنے یونٹ چلا جائے گا جہاں اسے سارے واقعے کی تفصیل اور وضاحت پیش کرنی تھی۔ اس کی عید پر آمد اب محال ہی تھی کہ اب وقت ہی بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔ سمیعہ اس کے نہ ہونے سے اداس ہو رہی تھی۔ اب جبکہ دل سے ہر رنجش مٹ گئی تھی تو افنان کی دوری بہت کھل رہی تھی۔

☆☆☆

"مبارک ہو، تم نے ہماری عید کی خوشی ہی دوبالا کر دی" اتنے قریب کھڑا، اتنی محبت سے بولتا یہ شخص افنان ہی تھا، سمیعہ کو یقین نہیں آ رہا تھا، اس کی طبیعت بگڑنے پر جب اسے گھر والے بھاگم بھاگ ہسپتال لے کر پہنچے تھے تو اس وقت تو افنان کا کوئی نام و نشان ہی نہیں تھا۔ ہاں درد کے ان لمحوں میں اس کے دل نے بہت شدت سے یہ خواہش ضرور کی تھی کہ جب ان کا ننھا مہمان اس دنیا میں آئے تو افنان اس کے استقبال کیلئے یہاں ہو اور اب وہ آ گیا تھا تو اس کی آنکھوں کو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"یقین کر لیجئے محترمہ کہ یہ میں ہی ہوں، آپ کوئی خواب نہیں دیکھ رہیں" افنان نے اس کی حالت بھانپ لی تھی اس لیے کچھ شوخی سے بولا، سمیعہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

"اس خوشی کے موقعے پر ان آنسوؤں کا کیا کام یار؟" افنان نے اپنی انگلی کی پوروں سے اس کے رخسار پر بہتے ہوئے آنسو چنے۔

"اللہ کا کتنا احسان ہے ہم پر کہ اس نے عید کے چاند کے ساتھ ہمارے گھر میں چاندنی پھیلانے کو ایک ننھی پری بھیج دی ہے۔ تم یوں رو کر ناشکری تو نہ کرو" وہ بہت نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"چاند دکھ گیا کیا؟" سمیعہ اس کی بات پر چونکی۔

"مجھے سامنے پاکر بھی یہ سوال؟" افنان نے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا تو وہ ہنس دی۔

"واقعی آپ نے بھی تو عید کے چاند ہی کی طرح بہت مشکل سے اپنی جھلک دکھائی ہے"

اور عید کے چاند کی ہی طرح خوشیوں کی نوید بھی لے آیا ہوں۔ اب ہم پچھلی ہر بات کو بھلا کر نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کریں گے۔" افنان نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامتے ہوئے عزم ظاہر کیا۔

"بالکل! میں تو خود آپ کی منتظر تھی۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ میں نے دیر سے ہی سہی یہ بات جان لی تھی کہ آپ مجھے کس روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں" سمیعہ نے اعتراف کرنے میں دیر نہ لگائی۔

"قصور وار صرف تم ہی نہیں تھیں، غلطی میری بھی تھی کہ میں اپنے نیک ہونے کے زعم میں مبتلا ہمیشہ تمہیں جھڑکتا ہی رہا۔ میں نے کبھی تمہیں کوئی بات اسلام کی اصل روح کی طرح نہیں سمجھائی۔ کچھ غلطی ہمارے بزرگوں کی بھی ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کرتے وقت دین کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوتاہی کر جاتے ہیں۔ اگر دل و ذہن میں قرآن کی تعلیمات ابتداء ہی سے راسخ کر دی جائیں تو پھر ایسی نوبت نہ آئے جس کی وجہ سے مجھے اور تمہیں دونوں کو ہی اذیت سے گزرنا پڑا۔ تمہاری اشتعال انگیز باتیں اگر تمہاری کم علمی اور نادانی کا نتیجہ تھیں تو میرا وہ غصے میں اٹھایا گیا قدم دین کو اصل روح کے ساتھ نہ جاننے کے باعث تھا۔ اگر میں ظاہر کے بجائے باطنی طور پر بھی دین دار ہوتا تو شیطان غصہ بن کر یوں مجھ پر بھی سوار نہ ہوتا"۔ افنان تاسف سے کہہ رہا تھا، باہر کھڑی رافعہ نے بیٹی اور بھانجے کی یہ تمام باتیں سنی تھیں، جہاں ان کا بیٹی سے یہ شکوہ دور ہوا تھا کہ وہ بہک گئی تھی وہیں اپنی کوتاہی کا بھی احساس ہوا تھا۔ واقعی کمی تو ان کی تربیت میں رہ گئی تھی، دل میں اس بات کا شکر ادا کرتے ہوئے کہ ان کی کوتاہی کے مقابلے میں نقصان نہ ہونے کے برابر ہی تھا، وہ چپکے سے واپس پلٹ گئیں۔ اندر افنان سمیعہ سے کہہ رہا تھا۔

"شادی کے بعد آنے والی اس پہلی عید پر تم نے مجھے بہت انمول تحفہ دیا ہے، یہ بتاؤ کہ تمہیں مجھ سے کیا تحفہ چاہیے؟"

"جو مانگوں گی ملے گا؟" سمیعہ نے شوخی سے پوچھا۔

"بالکل! مجھے مجال انکار ہے ہی نہیں"۔

"افنان سعید کی محبتیں، مرتے دم کیلئے" سمیعہ نے اپنا مطالبہ پیش کیا۔

"وہ تو ہیں ہی تمہارے لیے" افنان نے محبت سے جواب دیا" عید کا چاند اس کی سچائی کا گواہ تھا، افنان کی بانہوں میں کسمساتی اس کی بیٹی اس چاند کی چاندنی کا مجسم روپ دھارے ان دونوں کے دلوں میں روشنی پھیلا رہی تھی۔"



ست رنگی

یہ محفل آپ کے خیالات، احساسات اور نگارشات کے دل کش رنگوں سے سجائی جاتی ہے۔ آپ اپنا پسندیدہ کوئی بھی شعر، جملہ، لطیفہ قصہ یا اقتباس درج ذیل پتوں پر ارسال کر کے اس میں شریک ہو سکتی ہیں۔

نوٹ: شعر، غزل یا نظم بھیجتے ہوئے کتاب، مصنف، اور شاعر کا حوالہ ضرور دیں۔ اپنا نام پتا اور فون نمبر صاف اور واضح لکھیں۔

ایڈریس: ماہنامہ شمع ڈائجسٹ، LG-56، لاہور سنٹر، مین بلیوارڈ، نزد لبرٹی مارکیٹ، گلبرگ III لاہور پر ارسال کریں۔

Call:042-5782875

E-mail

shamma.digest@yahoo.com